جلد 21
شمارہ 9

تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

تبوک 1359 ہش

ستمبر 1980ء

ایڈیٹر

غلام باری سیف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَتَنۡہَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

ذی قعدہ ۱۴۰۰ھ

تبوک ۱۳۵۹ہش

ستمبر ۱۹۸۰ء

ایڈیٹر

غلام باری سیف

فہرست مضامین

پبلشر :۔ چوہدری محمد ابراہیم

مطبع :۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام اشاعت :۔ دفتر ماہنامہ انصار اللہ

دار الصدر جنوبی ربوہ

کتابت :۔ محمد ارشد خوشنویس دار الصدر شرقی ربوہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جلد ۲۰ | ماہنامہ انصاراللہ ربوہ | شمارہ ۸

تبوک ۱۳۵۹ ہش

ویبقٰی وجہ ربّک

تیرے خُدا کی ذات ہی باقی رہنے والی ہے

سوائے خُدا کے کسی چیز کو بقائے دوام حاصل نہیں ۔ ھوالاوّل والاٰخر۔ سب سے پہلے وہی تھا۔ قدیم اور ازلی اُسی کی ذاتِ احدیت ہے ۔ اور ابد تک وہی رہے گا۔ اُس باکمال کو زوال نہیں ۔ ہر نعمت زائل ہو جائے گی سوائے اُس کی ذات کے ۔

رمضان کا مبارک مہینہ ہم سے رخصت ہوا ۔ کہ گردش لیل ونہار اُسے لے کر آگے بڑھ گئی ۔ یہ برکتوں والا مہینہ رخصت ہوا ۔ لیکن خُدا کے فضل اور اس کی برکتیں تو ختم نہیں ہوئیں ۔ یہ مہینہ قبولیتِ دُعا کا تھا ۔ شیطان پابندِ سلاسل تھا ۔ لیکن ایسا تو نہیں ہو گا کہ اُس کا بندہ عجز و نیاز سے اُس کے حضور سر جھکائے ۔ وہ شیطان اور بدی کے محرک سے دامن چھڑانا چاہے ۔ اور خُدا اُس کی سعی کو اکارت جانے دے ۔ اس ماہ میں بندے نے شب بیداری کی ۔ اپنے پروردگار سے نازو نیاز کیا ۔ لیکن اب بندہ راتوں کو اُٹھ کر اُس کے حضور گڑگڑائے تو وہ خالی ہاتھ تو بندہ کو نہیں لوٹاتا ۔ کہ اس کے برگزیدہ رسُول صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ۔

اِنَّ اللّٰہ حییٌ کریمٌ یستحی من عبدہٖ اذا رفع الیہ یدیہ ان یردّھما صفراً

کہ اللہ باحیا سخی ہے وہ اپنے بندہ سے شرماتا ہے کہ جب بندہ اس کے سامنے اپنے ہاتھ پھیلائے وہ اُسے خالی ہاتھ واپس کر دے ۔ اُس رسُول بطحاء نے تو ہمیں بتلایا کہ جب رات کا تہائی حِصّہ باقی رہ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ نچلے آسمان پر آجاتا ہے اور کہتا ہے ۔ کوئی ہے جو مجھ سے مانگے اُسے دوں ۔ کوئی ہے میری مغفرت کا طالب میں اُسے بخش دوں ۔

پس خدا کی نعمتیں ختم نہیں ہوتیں ۔ وہ ذات والا صفات زندہ ہے ۔ وہ حیّ ہے وہ قیّوم ہے اُس کے خزانے نہ ختم ہونے والے ہیں ۔ اگر ساری دنیا کے دامنِ مُراد وہ بھر دے تو بھی اُس کی بادشاہت میں کوئی کمی نہیں ۔ وہ باقی اُس کی نعمتیں باقی ۔ اس کی عطا جاری ۔ اُس کا کرم ساری ۔ رمضان گذر گیا تو در رحمت بند نہیں ہو گیا بلکہ رمضان تو یہ سبق دے گیا کہ وہ بندوں کی دعائیں سُنتا ہے ۔ وہ پکارنے والے کی پکار کو صدائے صحرا نہیں بننے دیتا ۔ فرمایا

اجیب دعوۃ الداع اذا دعانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لی ولیومنو بی ۔

مَیں پکارنے والے کی پکار کو سُنتا ہوں ۔ شرط یہ ہے کہ وہ مجھ سے دعا مانگیں ۔ اپنے ایمانوں اور یقین کو مضبوط کریں ۔ وہ خود فرماتا ہے ۔ میرے خزانے نہ ختم ہونے والے ہیں ۔ اُس نے اس مہینہ میں ہمیں درس دیا کہ وہ خدا بولتا ہے ۔ کیا کوئی کلیم بنے گا ۔ کہ طُور سے اُس کی صدا سُنے ۔

پس دامن کو دا رکھیئے ۔ صدا بلند کیجئے ۔ عجز و نیاز جاری رکھیئے ۔ اُس کے لئے آرام تیاگ دیجئے ۔ سستا لیا تو پھر اُس کے در پہ دھونی رما لیجئے ۔ کہ وہ دیالو ہے ۔ اُس کے خزانے نہ ختم ہونے والے ہیں ۔ اُسی کی ذات باقی رہنے والی ہے ۔ وہ اُسی سے محبت کرنی چاہیے کہ اُس کے علاوہ سب ہیچ ہے ۔ وہ قائم ہے اُس کی داد و دہش دائم ہے ؎

ذات پاکت بس ست یار یکے
دل یکے جاں یکے نگار یکے

تیری ذات پاک ہمارے لئے دوست کافی ہے ۔ دل بھی ایک ہے جان بھی ایک ہے ۔ محبوب بھی ایک ہونا چاہیئے ۔

نہاں ہم ہو گئے یار نہاں ہیں

خدا کے بندے دُنیا میں آزمائے جاتے ہیں ۔ انواع و اقسام کے مصائب اور ابتلاء سے اُن کا امتحان لیا جاتا ہے ۔ حدیث میں آتا ہے کہ سب سے زیادہ اور سخت آزمائش انبیاء کی ہوتی ہے اس کے بعد پھر اُن کی جو اُن سے کم تر ہوتے ہیں اُس کے بعد جو اُن سے کم تر ہوتے ہیں ۔ (ترمذی)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی باب باندھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو کیا تکالیف پہنچائی گئیں ۔ ترمذی میں آتا ہے کہ سب سے زیادہ تکلیف صحابہ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم میں سے خباب کو دی گئی ۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ وہ مکّہ میں آہنگری کا کام کرتے تھے ۔ دُشمن اُن کی بھٹی میں سے کوئلے نکال کر اُن پر پشت کے بل اُسے لٹا دیتے ۔ خباب کے جسم پر بوجھ رکھتے ۔ جسم کی چربی نکل نکل کر کوئلوں کو ٹھنڈا کرتی ۔ بار بار کے اس عمل سے اُن کی پشت کا چمڑہ جل کر سیاہ اور موٹا ہو گیا تھا ۔ اسی طرح آلِ یاسر یعنی یاسرؓ ۔ اُن کی بیوی ۔ یاسر کے بیٹے عمّار کو اذیتیں دی جاتیں ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے پاس سے گذر ہوتا تو فرماتے ۔ صبراً یاآلِ یاسر ۔ اے آلِ یاسر صبر کرو ۔ مَیں تم سے جنت کا وعدہ کرتا ہوں ۔ راہ خُدا میں تکلیف پہنچتی تو صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم خُدا سے

فریاد کرتے۔ یا اپنے محبوب آقا کی خدمت میں حاضر ہوتے اور عرض کرتے ۔

الا تدعو لنا الا تستنصر لنا ۔

یا رسول اللہ آپ ہمارے لئے دُعا کیوں نہیں کرتے ۔ آپ ہمارے لئے خُدا سے مدد کیوں نہیں چاہتے ۔
سچ یہی ہے کہ خُدا کے پیارے جب ستائے جاتے ہیں ۔ تو وہ اسی کی طرف لپکتے ہیں ۔ وہ اس کی پناہ چاہتے ہیں کہ جس کی پناہ میں آنے والا پھر ہر دُکھ کو ہنسی خوشی برداشت کرتا ہے کہ یہ سب اُسی کے لئے وہ سہتا ہے ۔ ان دُکھوں کے نتیجہ میں انہیں خُدا کی محبت حاصل ہوتی ہے ۔ وہ پھر ان تکالیف میں لذّت محسوس کرتے ہیں ۔ حدیث میں آتا ہے ۔ قیامت کے روز جب راہ خُدا میں ستائے جانے والوں کو انعام ملیں گے تو اہلِ عافیت کہیں گے کاش اُس دنیا میں ہمارے چمڑے قینچی سے کاٹے جاتے ۔ بہت خوب فرمایا کسی نے ؎

عدو جب بڑھ گیا شور و فغاں میں
نہاں ہم ہو گئے یارِ نہاں میں

خُدا کی تلوار بے نیام ہو گئی

حضرت عبد اللہ بن سلام اہل کتاب کے نامور عالم تھے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے مبعوث کیا تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے ۔ یہ کہا کرتے تھے کہ آیت شهد شاهد من بنی اسرائیل ...... میرے بارہ میں نازل ہوئی ۔ یہ بڑے صاحب بصیرت تھے ۔ جب باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ کے گھر کا محاصرہ کیا تو انہوں نے باغیوں سے مخاطب ہو کر کہا :۔

" یاد رکھو اللہ کی تلوار اب تک نیام میں تھی ۔ تمہارے اس فعل کے بعد وہ بے نیام نہ ہو ۔ دیکھو اس شہر میں تمہیں فرشتوں کا قرب میسّر رہا ۔ دیکھو اس شخص یعنی عثمان کے بارہ میں خُدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ۔ خُدا کی قسم اگر تم نے اس کو شہید کر دیا ۔ تو فرشتے یہاں سے ہٹ جائیں گے اور خدا کی وہ تلوار جو میان میں تھی وہ بے نیام ہو گی ۔ اور پھر قیامت تک میان میں نہ جائے گی ۔"

لیکن فتنہ پردازوں نے حضرت عبد اللہ بن سلام کی بات پر کان نہ دھرا اور کہا قتل کر دو اس یہودی کو قتل کر دو عثمان کو اور باغیوں نے حضرت عثمان کو شہید کر دیا ۔

اے کاش یہ نہ ہوتا ۔ قرآن پڑھتے ہوئے راشد خلیفہ شہید کر دیئے گئے ۔ اُن کے سر پر لوہے کی لاٹ پڑی خون کا فوارہ قرآنی لفظ " فسیکفیکھم اللہ " پر پڑا ۔ اُن کی بیوی نائلہ آپ کو بچانے کے لئے آگے بڑھی تو انگلیاں تلوار سے کٹ گئیں ۔ اور خُدا کی تلوار بے نیام ہو گئی ۔

خُدا کی نعمت کی قدر نہ کرنے والے ۔ پھر اُس کے عذاب اور قہر کا شکار ہوتے ہیں ۔ تشدّد اور عصیان کا چکّر ۔ قوم کی توانائی کو ختم کرتا ہے ۔ وہ اُس کی ترقی کو روک دیتا ہے ۔ اتحاد کو پارہ پارہ کر دیتا ہے ۔ مضبوط چٹان پھر ذرہ ذرہ ہوجاتی ہے ۔

تاریخ گواہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن سلام کا انذار درست ثابت ہوا ۔ خدا کے قہر کی تلوار بے نیام ہوئی ۔ کبھی یہ اُس پر پڑی تو کبھی اِس پر ۔ اپنوں نے اپنوں کے گلے کاٹے ۔ وہ تلوار جو دشمن کا دفاع کرتی تھی ۔ اب اپنوں کا خون بہانے لگی ۔ اے کاش عثمان شہید نہ ہوتے ۔ خدا کی تلوار بے نیام نہ ہوتی ۔ خُدا کی نعمت کی بے قدری نہ ہوتی ۔ حکم خداوندی ہے ۔

اَمّا بنعمۃ ربک فحدث ۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا ۔

وہ عروۃ وثقیٰ کو تھامے رکھتے ۔ لا انفصام لھا ۔ تو وہ ہاتھ سے نہ چھوٹتا ۔

اور اذان گونجی

سیکنڈے نیویا کے ملک ناروے کے دار الحکومت اوسلو میں مسجد اور احمدیہ مشن کی تعمیر مکمل ہونے پر اُس کا افتتاح حضرت امام جماعت احمدیہ کے مقدس ہاتھوں سے ہوا ۔ تثلیث کدہ یورپ میں خدا کی توحید اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان بآواز بلند ہوا ۔ اب اسلام کی ندا صدا بالصحرا ثابت نہ ہوگی ۔ خدا کی تقدیر ہے کہ خدا کا دین دنیا میں پھیلے ۔ خدا کی یہ تقدیر اُس کے فضلوں سے پوری ہوگی ۔ ہمارا فرض تو کوشش کرنا ہے ۔

مبارک ہیں وہ ہاتھ جنہوں نے خانہ خُدا کا افتتاح کیا ۔ اور مبارک ہے وہ دل و دماغ جس نے اس کا منصوبہ بنایا ۔ اور خدا برکت دے اُن لوگوں کو جنہوں نے اس منصوبہ کی تکمیل میں قربانیاں پیش کیں اور مبارک ہیں وہ منادی جو گھر بار ۔ بیوی بچوں کو چھوڑ کر یورپ کو خُدا کی آواز سُنا رہے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں میں برکت ڈالے ۔ صلیب سرنگوں ہو ۔ اور لوائے اسلام ہر بلندی پر لہرائے ۔ آمین ۔

مُناجات در درگاہِ باری تعالیٰ

اے خالق ارض و سما بر من در رحمت کشا

اے زمین و آسمان کے خالق درِ رحمت مجھ پر کھول

اے خالقِ ارض و سما بر من درِ رحمت کشا ۔ دانی تو آں دردِ مرا کز دیگراں پنہاں کنم

اے زمین و آسمان کے خالق اپنی رحمت کے دروازے مجھ پر کھول ۔ تو میرے اُس درد کو جانتا ہے جسے میں دوسروں سے چھپاتا ہوں

از بس لطیفی دلبرا در ہر رگ و تارم درآ ۔ تا چوں بخود یابم ترا دل خوش تر از بستاں کنم

اے دلبر تو بحد لطیف ہے میرے رگ و ریشہ میں داخل ہو جا ۔ تاکہ جب تجھے اپنے اندر پاؤں تو اپنا دل چمن سے بھی زیادہ خوش کروں

در سر کشی اے پاک خو جاں بر کنم در ہجر تو ۔ زانساں ہمے گریم کز و یک عالمے گریاں کنم

اور اے صفاتِ حسنہ سے متصف اگر تو انکار کرے تو میں تیرے فراق میں جان دیدونگا۔ اور اتنا روؤں گا کہ ایک عالم کو رُلا دوں گا

خواہی بقہرم کن جدا خواہی بلطفم رونما ۔ خواہی بکش یا کن رہا کے ترک آں داماں کنم

خواہ تو ناراض ہو کر مجھے جُدا کر دے خواہ ازراہ لطف اپنا چہرہ دکھا دے ۔ خواہ مار یا چھوڑ میں تیرے دامن کو نہیں چھوڑ سکتا۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص ۵۱۴ حاشیہ)

خدا کی محبت اور اُس سے صدق وہ غذا۔ اہل ایمان کی زندگی کا حاصل ہے انکی محبت کا مرکز صرف اور صرف ذات باری تعالیٰ ہوتی ہے انکی روح کی غذا اسی چہرہ کا دیدار یعنی اسکی تجلی ہوتی ہے ۔ وہ خالق ارض و سما ہر آن نئی تجلیات سے اُن پر ظاہر ہوتا ہے ۔ کلّ یوم ھو فی شان ۔ اُس کے پیارے اسی سے اس کی محبّت طلب کرتے ہیں ۔ خاتم النبیین صلّی اللہ علیہ وسلّم دُعا کیا کرتے اَللّٰھُمَّ ارزقنا حُبَّکَ ... ... الخ ۔ اے اللہ اپنی محبّت عطا فرما ۔ اور ان کی محبّت جن سے تو محبّت کرتا ہے اور اپنی محبّت مجھے ہر شے سے زیادہ محبوب کر دے ۔ پس اس کی محبّت پیدا کیجئے ۔

مبارک ہے وہ انسان جو خُدا سے محبّت کرتا ہے ۔ اور خُدا اُس سے محبت کرتا ہے ۔ وہ سچے وعدوں والا ہے وہ بادفا مالک ہے ۔ وہ جس کا ہو جاتا ہے دونوں جہاں اُس کے ہو جاتے ہیں ۔ لوح و قلم اُسی کے ہوتے ہیں ۔

حدیث النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم

دو اعلیٰ خُلق

(۱) عن واثلة بن الاسقع قال قال رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم لا تظھر الشماتة لاخیك فیرحمه اللہ ویبتلیكَ ۔ (ترمذی ابواب صفة القیامت)

ترجمہ :۔ واثلہ بن اسقع روایت کرتے ہیں کہ رسُول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ۔ اپنے بھائی کی مصیبت پر خوش نہ ہو ۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ اس پر رحم کردے اور تجھے مبتلائے آلام کردے ۔

تشریح :۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم فداہ ابی و امّی نے اس حدیث میں ایک اعلیٰ خلق کی طرف توجہ دلائی ۔ کہ کسی آدمی کی مصیبت پر خوش کیوں ہو ۔ کیا مصیبت کے ایّام اس پر نہیں آسکتے ۔ گردش ایام تو کبھی کسی پر آتی ہے اور کبھی کسی پر ۔ فرمایا ۔ تلك الایّام نداولھا بین النّاس ۔ یہ شرف انسانیت کے خلاف ہے ۔ تنگ نظری کی دلیل ہے ۔ کہ دوسروں کی تکلیف پر مسرت کا اظہار کرے ۔ کیا خوب کہا کسی نے ؎

دشمن مرے تے خوشی نہ کریئے ۔ سجناں بھی مرجاناں

۲ ۔ عن النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم قال انّ المسلم اذا کان یخالط النّاس و یصبر علی اذا ھم خیرٌ من المسلم الذی لا یخالط النّاس ولا یصبر علی اذا ھم ۔ (ترمذی ابواب صفة القیامت)

ترجمہ :۔ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ وہ مسلمان جو لوگوں سے مل جُل کر رہتا ہے اور اُن کی اذیت کو برداشت کرتا ہے ۔ اُس مسلمان سے بہتر ہے جو لوگوں سے ملتا بھی نہیں اور اُن کی اذیت کو برداشت بھی نہیں کرتا ۔

تشریح :۔ معاشرہ میں مل جل کر رہنا ۔ اور لوگوں کی طرف سے اذیت اور دُکھ پہنچے تو اُسے برداشت کرنا یہ مسلمان کا شیوہ ہے ۔ دُنیا کے مصائب سے گریز لوگوں کے کام نہ آنا ۔ یہ تو معاشرتی ذمہ داریوں سے فرار اور بزدلی ہے ۔ لوگوں سے الگ تھلگ نہ رہیے ۔ آگے بڑھیئے لوگوں کے دُکھ سُکھ میں شریک ہوں ۔ اس راہ کے مصائب برداشت کیجئے ۔ لوگوں کے بوجھ اٹھائیے ۔ کہ یہ منشائے اسلام ہے ۔ اپنی کھال میں مست رہنا اور دوسروں کے راہوں کے کانٹے نہ چننا ۔ اُن کے کام نہ آنا اسلام کی تعلیم نہیں ہے ۔ خدمت خلق کیجئے کہ خُدا کو وہی محبوب ہے جو اُس کی مخلوق سے حُسن سلوک کرتا ہے ؛

ہدیۂ تشکر

کردار کی عظمت کا نگہبان دیا ہے
سرکارِ ازل نے ہمیں قرآن دیا ہے

اقوالِ محمدؐ کی دلآویز چمک نے
انسان کو اک رُتبۂ انسان دیا ہے

آنکھوں کے لئے بخشے ہیں عُقبیٰ کے اُجالے
سینوں کے لئے جلوۂ ایمان دیا ہے

اک رہبرِ کامل نے رہِ صدق و صفا میں
ہر مرحلۂ مشکل و آسان دیا ہے

ہم لوگ دل و جان سے مرتے ہیں اُسی پر
جینے کا ہمیں جس نے یہ ارمان دیا ہے

صد شکر کہ ہم اُسکی محبت سے ہیں مربُوط
صد شکر کہ حق نے ہمیں ایقان دیا ہے

دل یادِ محمدؐ میں تڑپتا ہے ہمیشہ
اک قطرہ بھی آلودۂ طوفان دیا ہے

ثاقبؔ ہوئی تکمیل جہاں جس کی نظر سے
اللہ نے ایسا ہمیں انسان دیا ہے

ثاقب زیروی لاہور

انصار اللہ کی ذمہ داریاں

مکرم محترم صدر صاحب انصار اللہ مرکزیہ کا پُر ولولہ خطاب

مورخہ یکم جولائی ۱۹۸۰ء کو مکرم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ نے مجلس انصار اللہ ناصر آباد اسٹیٹ کے زیر اہتمام بعد نماز مغرب مسجد ناصر آباد اسٹیٹ میں حاضرین سے خطاب فرمایا۔ ناصر آباد کی ذیلی گوٹھوں کے انصار، خدام اور اطفال بھی شریک مجلس تھے۔ صاحبزادہ صاحب کا خطاب نہایت توجہ اور انہماک سے سُنا گیا۔

(نذیر احمد۔ ناصر احمد (فضل عمر فارم۔ سندھ)

فرمایا:-

ہمارے پیارے امام نے جماعت کی تنظیموں کے جتنے نام بھی رکھے ہیں۔ وہ سب بابرکت ہیں۔ لیکن انصار اللہ کا نام سب سے زیادہ بابرکت ہے۔ اس لئے کہ یہ قرآنی نام ہے اور قرآنی نام زیادہ بابرکت ہوتا ہے۔ اس نام کا ذکر سورۃ الصف میں آتا ہے۔ جہاں حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا تھا کہ "من انصاری الی اللہ" جس کے جواب میں حواریوں نے جواب دیا "نحن انصار اللہ" کہ ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں۔ پس ہم قرآنی نام کے حامل ہیں اور اس طرح یہ نام ہماری مجلس کے لئے قابل فخر ہے۔ لیکن اس مقام فخر کے ساتھ عظیم ذمہ داریاں بھی ہیں۔ کیونکہ خالی فخر کسی کام کا نہیں ہوتا۔ بلکہ اس فخر کو قائم رکھنے والی وہ ذمہ داریاں ہوتی ہیں جن کو ادا کرکے وہ فخر قائم ہوتا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے حواریوں کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ ان کی عظیم جانی و مالی قربانیاں اور قابل فخر کارنامے اور ان کی دینی غیرت تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہیں۔ بعض اوقات کسی قابل فخر امر کے پیچھے جو قربانی، محنت۔ جانکاہی اور صبر و استقلال ہوتا ہے وہ بظاہر نظر سے اوجھل ہوتا ہے۔ جیسے ایک باغ کا پھل دیکھ کر باغ کی تیاری، حفاظت، آبیاری اور جانکاہی ظاہراً

نظر سے اوجھل ہوتی ہے۔ مگر یہ پھل اسی محنت کا ہوتا ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام کے انصار اللہ نے اپنی جانی اور مالی قربانیوں کے جو شاندار کارنامے سرانجام دیئے وہ ان کو زندۂ جاوید بنا گئے — اور ایک دفعہ یا دو دفعہ نہیں بلکہ ہزاروں بار ایسا ہوا کہ ان کو مارا پیٹا گیا۔ قتل کیا گیا۔ گھر بار برباد کئے گئے۔ ان کو آگ میں زندہ جلایا گیا۔ وحشی درندوں کے آگے ڈالا گیا۔ اور رومیوں نے اپنے بادشاہوں کے ساتھ بیٹھ کر ان کے ٹکڑے ہوتے دیکھے۔

یہ واقعہ درحقیقت ایک جماعت سے یا ایک زمانہ میں نہیں گزرا بلکہ کئی جماعتوں سے مختلف زمانوں میں گزرا ہے۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ نیرو نے لوگوں کو خوش کرنے کے لئے مسیحیوں کو زندہ جلانے، کتوں سے پھڑوانے اور صلیب دینے کے مختلف طریقے اختیار کر رکھے تھے۔ اور یہ سلسلہ تین سو سال تک چلتا گیا۔ آخر ایک ایسا وقت بھی آیا کہ ان لوگوں کا سطح زمین پر رہنا ناممکن بنا دیا گیا۔ اور انہوں نے زمین کے اندر غاروں میں پناہ لی۔ اور غاریں بھی ایسی کہ جو بھیانک جگہیں تھیں۔ جن کو دیکھ کر انسان دہشت زدہ رہ جاتا

فرمایا:۔

خود میرے ایک ساتھی کو، جب ہم اُن غاروں کو دیکھنے گئے، ہمت نہ ہوئی کہ وہ ان میں ذرا دُور تک اندر جا سکتے۔ پھر وہ ان غاروں میں بھی محفوظ نہ تھے۔ غاروں میں بھی ان کا تعاقب کیا جاتا تھا۔ اور قتل و غارت کا سلسلہ جاری رہتا۔ اس کے باوجود وہ اپنی جانوں، مالوں، عزتوں، خاندانوں کا نذرانہ پیش کرتے رہے آخر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی قربانیوں کا بدلہ ملا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُن پر فضل کر کے دینی اور دنیوی ترقیات انہیں دیں۔

دراصل یہ ایک تجارت تھی جو انہوں نے خُدا سے کی جیسا کہ سورۃ صفّ میں مومنوں سے کہا گیا ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کے رستہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرو۔ اُن انصار نے اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کیا۔ اور خدا تعالیٰ کی جنتوں کے وارث ہُوئے۔ یہ لوگ حقیقت میں انصار تھے۔ اور اگر آج آپ لوگوں کو یہ نام دیا گیا ہے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ایسے ہی حالات آپ کے ساتھ بھی پیش آنے والے تھے۔ اصحاب کہف کا سا معاملہ اس مامور کے ماننے والوں پر بھی گزرنا تھا۔ اور ان کو بھی خُدا کے کلام پر ایمان لانے کی وجہ سے تکالیف دی جانی تھیں۔ جیسا کہ روایت میں ہے کہ "اصحاب الکھف اَعْوَانُ المھدی" یعنی اصحاب کہف مہدی کے مرید اور اس پر ایمان لانے والے لوگ ہیں۔ دین کے لئے قربانیاں کرنے والوں اور دین کی حفاظت کرنے والے لوگوں کا وقت ضائع نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ یہی لوگ وقت کو محفوظ کرنے والے ہوتے ہیں۔ اور اسکی صحیح محبت خدا تعالیٰ سے پا نیوالے

ہوتے ہیں۔ پس آپ کو جلدی نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ اپنے کام میں لگے رہنا چاہیئے۔ اور استقلال سے مصائب اور ابتلاؤں کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔

انصار اللہ ایک ایسی تنظیم ہے جس کی طرف جماعت کے تمام افراد حرکت کر رہے ہیں۔ اور سب نے ایک دن انصار اللہ بننا ہے۔ اس لئے ہر فرد کو عموماً اور انصار اللہ کو خصوصاً اپنے اس قابل فخر نام کی لاج رکھتے ہوئے ان عظیم ذمہ داریوں کی طرف توجہ کرنا چاہیئے۔ جن کا تقاضا انصار اللہ سے کیا جاتا ہے۔ صرف خالی فخر کھوکھلا ہوگا اور اس کو آپ تکبر یا نمود وغیرہ تو کہہ سکتے ہیں۔ حقیقی فخر نہیں کہہ سکتے مجلس کے لئے جو مقاصد اور لائحہ عمل رکھے جاتے ہیں۔ ان سے واقفیت نہ صرف عہدیداروں کے لئے ضروری ہے بلکہ تمام اراکین کے لئے بھی ضروری ہے۔ انصار اللہ تک ان تمام ہدایات کا پہنچنا اور پھر پروگرام کے مطابق ان پر عمل پیرا ہونے ہی سے مقاصد حاصل ہو سکتے ہیں۔

اس ضمن میں فرمایا کہ :۔

(۱) ہر رکن کو چاہیئے کہ وہ اپنے ساتھ ایک شست اور کمزور رکن کو عبادت گزار بنائے۔ اس کو بیدار کرنے میں پوری محنت صرف کرے۔ یہ بھی ایک صدقہ جاریہ ہوگا۔ جس کا اسے ثواب ملے گا۔

(۲) چاہیئے کہ اپنے پڑوس میں آباد لوگوں پنجابیوں اور سندھیوں کو ایک منصوبہ کے مطابق پیغام حق پہنچایا جائے۔ سندھیوں میں اس بارہ میں سستی اور جمود ہے۔ یہ آپ لوگوں کے لئے اچھا شگون نہیں ہے انفرادی اور اجتماعی وجود کی صورت میں اس طرف بھرپور توجہ کریں۔

(۳) اپنی مجلس عاملہ کا ایک اجلاس صرف تبلیغی امور کے لئے منعقد کریں اور منصوبہ کے مطابق پروگرام وضع کریں۔ آپ ایک نازک سرحدی علاقہ میں رہتے ہیں۔ آپ کو اس طرف زیادہ توجہ دینی چاہیئے۔ اردگرد کی تمام قسم کی آبادی میں اپنے دینی بھائی پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کسی ابتلاء کے وقت آپ کے لئے نئے ہم درد اور مددگار بنائے۔

(۴) مساجد کو آباد کریں اور زندگی کی حرکت ہر رکن میں پیدا کرنے کے لئے سعی کریں۔ آپ کو بہت سی آسائشیں اور سہولیات میسر ہیں ان کی قدر کریں۔ اگر آپ ان سہولتوں اور آسائشوں ہی میں مگن رہیں گے اور خدا کے دین کے لئے جدوجہد نہ کریں گے تو خدا تعالیٰ کو ان باتوں کی کیا پرواہ ہے پس ان سہولتوں کو ایک فضل اور رحمت سمجھیں اور ان کا حق ادا کریں۔

سبا کے ان دو باغوں کا ذکر کرتے ہوئے جوان کے لئے نشان تھے فرمایا:۔

وہ لوگ نہایت آرام کی زندگی بسر کرتے تھے۔ ان کو حکم تھا کہ خدا کا رزق کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو

لیکن انہوں نے حق سے پیٹھ پھیری۔ اور خدا کے فضل اور رحمت کا حقیقی فائدہ نہ اٹھایا جس پر خدا نے سیلاب کے ذریعہ ان کی ہر چیز کو تباہ کر دیا۔ اور ان کے اعلیٰ درجہ کے باغوں کی جگہ ان کو دو ایسے باغ دئیے جن کے پھل بدمزہ تھے اور جن میں جھاؤ پیدا ہوتا تھا یا کچھ تھوڑی سی بیریاں تھیں۔ (سورۃ سبا) انہوں نے سمجھا تھا کہ یہ ہماری محنت کا پھل ہے اور وہ متکبر ہو گئے۔ خدا تعالیٰ نے ان کی کچھ پرواہ نہ کی۔ اور ان کا فخر ان کے کچھ کام نہ آیا۔ پس آپ اس ذلت سے فائدہ اٹھائیں۔ سب کچھ خدا کے فضل سے ہوتا ہے۔ اصل رازق خدا تعالیٰ کی ذات ہے۔ انسان کی محنت بھی در اصل ایک پردہ ہے۔

مالی قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

ذرا اپنا موازنہ مسیح علیہ السلام کے انصار اللہ سے کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت و رحمت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سی تکالیف اور ابتلاؤں سے محفوظ رکھا ہے۔ اور جب کبھی کوئی ابتلا آتا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی ہوائیں بہت جلدی چلنا شروع ہو جاتی ہیں۔ یہ ہمارے آقا رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہے۔ اس لئے اپنی قدر پہچانیں اور سلسلہ کی ضروریات کو مدنظر رکھ کر اس کیلئے مالی قربانیاں دیں۔

ان لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے جو (۱) اپنی آمد صحیح بتانے سے گریز کرتے ہیں (۲) چندہ کا مطالبہ کرنے والوں سے ترشی، گستاخی اور ناگوار الفاظ سے پیش آتے ہیں۔ اور چالاکیوں سے اپنی آمد کم دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ فرمایا:۔

ایسے لوگوں کو خدا کا خوف کرنا چاہیئے۔ کہ ان سے جانوں کی قربانی کا مطالبہ نہیں ہے۔ بلکہ "العفو" دینے کا مطالبہ ہے۔ کیا ان کو معلوم نہیں کہ یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کا دیا ہوا ہے۔ ان کی فصلیں خدا اگاتا ہے۔ ان کے کاروبار میں برکت خدا دیتا ہے۔ ان کے اموال و نفوس میں برکت خدا دیتا ہے۔ اس کا فضل نہ ہو، موسموں کی خرابی ہو۔ شدید بارشوں کا اثر ہو یا قحط کی وجہ سے وہ زرخیز پیداوار کے علاقوں کو بالکل بنجر کر دے تو اس کے آگے کس کا زور ہے؟ ایسے علاقے دنیا میں موجود ہیں جہاں سرسبزی شادابی کی وجہ سے زندگی رواں دواں تھی۔ نہریں تھیں۔ لہلہاتی کھیتیاں تھیں، باغات تھے۔ ہر قسم کی آسائشیں اور آرام تھے۔ مگر ایک وقت آیا کہ یہ سب کچھ بیابان و بنجر میں تبدیل ہو گئے۔ اگر ایسے لوگ سمجھتے ہیں کہ چالاکی کر کے سیکرٹری مال کو دھوکہ دیتے ہیں تو درحقیقت خدا سے دھوکا کرتے ہیں جو عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ آنے والوں کا احترام کرتے ان سے اکرام سے پیش آتے جو کچھ موجود ہوتا اُسے عاجزی سے پیش کر دیتے۔ اور پھر کہتے کہ الحمد للہ خدا نے مجھے کچھ پیش کرنے کی توفیق دی ہے۔ پھر عہد کرتے کہ دوسری دفعہ وہ خود جا کر چندہ ادا کریں گے۔ نہ کہ چالاکی،

گستاخی اور بے ادبی سے پیش آنے ۔ جو معمولی قربانی سے بھی گریز کرتا ہے وہ کسی قسم کا انصار اللہ ہے۔ اسے اپنے ایمان کی فکر کرنا چاہیئے ۔

اس شخص کا ذکر کرتے ہوئے جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے مال مویشی میں برکت کے لئے دُعا کی درخواست کی تھی ۔ تا وہ خُدا کی راہ میں بھی دے سکے ۔ فرمایا :۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی ۔ یہاں تک کہ اس کے مویشی دو پہاڑیوں کے درمیان وادی میں نہ سماتے تھے ۔ پھر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے زکوٰۃ کی وصولی کے لئے کارندے پہنچے تو اُس نے حقارت سے ان کو کہا کہ محنت تو ہم کرتے ہیں تم زکوٰۃ لینے دَوڑ پڑتے ہو ۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ کہ آئندہ اس کی زکوٰۃ قبول نہ کی جائے پھر اس کو اپنی غلطی کا احساس ہوُا اس وقت اس کے مال مویشی اتنے زیادہ ہو گئے تھے کہ صرف زکوٰۃ کے مال سے وادی بھر گئی ۔ مگر ہر دفعہ اس کی زکوٰۃ ردّ کی گئی ۔

پس یاد رکھو ۔ یہ اموال خُدا تعالیٰ کی عطا ہیں ۔ حق یہ ہے کہ چندہ دیتے وقت قربانی کرتے وقت بشاشتِ قلب ہو اور تشکر کے جذبات سے قربانی دی جائے ۔ تا وہ قبول ہو ۔ یاد رکھو ۔ خدا کی ذات تو غنی ہے ۔ اور فقیر تو اصل میں ہم ہیں ۔ یایھا الناس انتم الفقراء الی اللہ واللہ ھو الغنی الحمید (فاطر ع) قیامت کے دن بخل کرنے والوں کو تمثیلی طور پر سونے چاندی کے سکوں سے داغا جائے گا ۔ اور مال مویشی ان کو پاؤں تلے روندیں گے ۔

ان صحابہ کرام کا ذکر کرتے ہوئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے ۔ فرمایا :۔

وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے ۔ اور عرض کیا کہ یا رسُول اللہ آپ ہمیں کوئی سواری مہیا کر دیں ایسی چیز جس کے اُوپر کھڑے ہو کر ہم مقامِ جہاد تک پہنچ سکیں ۔ یعنی سواری ، چپلیں ، جوتیاں وغیرہ ۔ وہ ایسا تنگی کا وقت تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب مجاہدین کو جوتیاں یا چپلیاں تک مہیّا نہیں کر سکتے تھے ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس پر تمہیں سوار کروں یہ جواب سُن کر وہ چلے گئے اور اس غم سے ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے ۔ کہ افسوس ان کے پاس کچھ نہیں جسے خُدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کریں ۔ ان کے دلوں میں حسرت تھی کہ کاش ہمارے پاس مال ہوتا تو ہم بھی خُدا کے راستے میں دیتے ۔ انہوں نے عاجزی اور حسرت سے اس بات کی خواہش کی اور خُدا تعالیٰ نے ان کا ذکر محبت بھرے الفاظ میں ہمیشہ کے لئے قرآن مجید میں محفوظ کر دیا ۔ آپ میں سے جو مجبور ہے یا کسی وجہ سے تنگ دست ہے وہ انکساری سے اپنی مجبوری پیش کر سکتا ہے ۔ نہ کہ تکبّر یا حقارت سے کارندوں کی تذلیل کرے یا جلی کٹی سنائے ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی باتوں سے بچائے ۔

فرمایا:۔

خدا کے مامور کو دیکھو، کہ اپنا سب کچھ خدا کے رستے میں قربان کردیا۔ اس عظیم درویش کے صدقے اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو عظیم برکات سے نواز رہا ہے۔ خدا تعالیٰ کسی کی قربانی کو ضائع نہیں کرتا۔ اور کسی دلی کی سات پشتوں تک کو نوازتا چلا جاتا ہے۔ آپ کو یقین ہے کہ جس طرح آپ چند دانے زمین میں بکھیر کر توقع کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اس سے بہت بڑی فصل تیار کر دے گا۔ تو یاد رکھئے اگر اسی کے دئے ہوئے میں سے خدا کے حضور کچھ پیش کریں گے تو خدا تعالیٰ اس کے بدلے میں آپ کو بڑی برکات دے گا۔

وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ۔ (بقرہ ع ۳۷)

وہ خدا یہ چند روپے ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ وہ سارے مال کا مطالبہ تو نہیں کرتا۔ بلکہ اس میں سے کچھ کا مطالبہ کرتا ہے۔ یاد رکھئے آپ کی اصل بچت وہ ہے جو آپ خدا کے پاس دینی قربانیوں کی صورت میں بھیجتے ہیں جن کا آپ سے وقتاً فوقتاً مطالبہ کیا جاتا ہے۔ آپ خدائی بینک میں بچت کرکے جمع کرائیں تا اخروی زندگی میں آپ کے کام آئے۔ یاد رکھیں یہی مالی قربانی، یہی چندے جو خدائی بینک میں جمع ہو رہے ہیں یہی آخرت کی پونجی ہے۔ پس عمل کی طرف توجہ کریں۔ عملی طور پر سرگرم ہو جائیں۔ کہ عمل کے بغیر تقریر بے ثمر ہو جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ سب کو اپنے عہد سمجھنے اور اس پر کما حقہٗ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مکرم صاحبزادہ صاحب کا یہ خطاب کم و بیش ۵۰ منٹ تک جاری رہا۔ اس کے بعد آپ نے اجتماعی دعا کرائی اور اجلاس برخاست ہوا۔ چونکہ نماز عشاء کا وقت ہو گیا تھا لہٰذا اس کے بعد نماز عشاء ادا کی گئی اور احباب واپس تشریف لے گئے۔

ناظمین، زعماء اعلیٰ / زعماء توجہ فرماویں

شوریٰ انصار اللہ کے لئے نمائندگان کے اسماء ۱۵ / اکتوبر ۱۹۸۰ء تک دفتر مرکزیہ میں بھجوادیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

جہاں چھ ماہ کا دن ہو

غلام باری سیف

جرمنی سے ایک صاحب لکھتے ہیں :۔

سورۃ طٰہٰ کی آیت نمبر ۱۳۱ میں سورج کے طلوع سے قبل اور غروب کے بعد نماز پڑھنے کا حکم ہے ۔ لیکن خطۂ ارض پر بعض ایسے علاقے موجود ہیں کہ جہاں چھ چھ ماہ کے دن اور رات ہوتے ہیں ۔ شمالی ناروے میں آجکل سورج کا نظارہ یوں ہے کہ ایک طرف غروب ہوتا نظر آتا ہے اور دوسری طرف طلوع ۔ اگر یہی صورت دو ماہ تک جاری رہے تو نمازوں کے اوقات کا قرآن و حدیث کی راہنمائی میں ذکر کر دیجئے ۔ نیز اس حدیث کی رُو سے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو کیسے ممکن ہے ؟

جواب : اس میں کوئی شک نہیں کہ چاند و سورج کی گردش کو لیل و نہار کی توقیت میں بڑا دخل ہے ۔ اس لئے بالعموم رات اور دن کی تعیین اسی سے ہوتی ہے ۔ اور رات و دن کے چوبیس گھنٹوں میں شریعت نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں ۔ سورۃ طٰہٰ کی آیت ۱۳۱ سے جو سائل صاحب نے لکھی ہے اسی سے مفسرین نے پانچ نمازوں کا استدلال کیا ہے ۔ فرمایا :۔

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ○

(طٰہٰ : ۱۳۱)

قبل طلوع الشمس سے فجر اور قبل غروبہا سے عصر ۔ اٰنَآئِ الَّيْلِ سے عشا اور اَطْرَافَ النَّهَارِ سے ظہر اور مغرب مراد ہے ۔ اور ان پانچوں وقتوں کی حکمت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کشتی نوح میں بیان فرمائی ہے ۔ بستر پر جانے سے پہلے ہم نے اپنے دن کا اختتام نماز سے کیا اور بیدار ہونے پر بھی ہم نے اُس کی عبادت سے دن کی ابتداء کی ۔ اور کام کرنے کے بعد جب دن ڈھلا تو بھی ہم اس کے حضور سربسجود ہوئے ۔ اور تھوڑے سے وقفہ کے بعد سستا کر پھر ہم نے اپنی عبودیت کا اعتراف کیا ۔ اور سورج کے غروب ہونے پر پھر ہم اُسی سے اعانت طلب کرنے کے لئے اسی کے سامنے باادب کھڑے ہو گئے ۔ تو یہ عمومی اوقات ہیں ۔ جن میں تھوڑی بہت کمی و بیشی دنیا کے مختلف خطوں میں پائی جاتی ہے ۔ ہر جگہ پانچوں نمازوں میں وقت کا تفاوت ایک جیسا نہیں ۔ اسی لئے ہر جگہ رہنے والے اپنے کام کاج کے اوقات ۔ آرام اور نیند

کے اوقات کو خود ضبط کرتے ہیں۔ لیکن بعض علاقوں میں جیسے قطبین کا علاقہ کہ وہاں شفق شام اور شفق صبح کے درمیان امتیاز نہیں ہوتا۔ اور دن رات معمول کے مطابق نہیں ہوتے۔ تو ایسے علاقوں کے بارہ میں ہم اجتہاد بھی کر سکتے تھے۔ لیکن میں یہاں یہ وضاحت کر دوں کہ یہ سوال خود شریعت لانے والے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ نے کیا تھا۔ واقعہ یوں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دجّال کا ذکر کر رہے تھے کہ آپؐ نے فرمایا:-

یوم کسنۃ و یوم کشھر و یوم کجمعۃ و سائر ایامہ کایامکم

(ترمذی باب ماجاء فی فتنہ الدجّال)

کہ اُس کا ایک دن ایک سال کی مانند، ایک ماہ کی مانند اور ایک ہفتہ کی مانند ہوگا۔

جب صحابہ کرام نے یہ سُنا تو عرض کی یا رسُول اللہ

ارأیت الّذی کالسنۃ اتکفینا فیہ صلوٰۃ یوم۔

کہ وہ دن جو سال کے برابر ہوگا کیا اُس میں ایک دن کی نمازیں یعنی پانچ نمازیں کافی ہوں گی۔

رسُول خُدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:-

لا ولکن اقدروا لہ

نہیں۔ تم اُس میں نمازیں وقت کے اندازے سے پڑھوگے۔

مجمع البحار میں اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے:-

قولہ ولکن اقدروا ای قدّروا لہ قدر کلّ یوم ایامہم المعھودہ وصلوا فیہ صلوٰۃ کلّ یوم بقدر ساعاتہ۔

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے یہ جو فرمایا کہ تم نمازیں وقت کے اندازے سے پڑھنا۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ جس طرح ہم اپنے عام دن میں وقت کی تقسیم کرکے پانچ نماز پڑھتے ہیں۔ اسی طرح اُس میں وقت کو تقسیم و ضبط کرکے باہم وقت کے فرق سے نمازیں پڑھتے رہیں گے۔

یہی حدیث مسلم میں بھی ہے۔ مسلم کے مشہور شارح امام نوّوی نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا۔ اگر یہ حدیث نہ بھی ہوتی تو بھی غیر معمولی ایام میں ہم اپنے اجتہاد سے پانچوں نمازوں کے اوقات معروف کے مطابق مقرر کر لیتے۔ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا ہے کہ اقدروا لہ قدرہ کہ نمازوں کے اوقات کا اندازہ کر لو تو اس کے معنے ہیں کہ جب طلوع فجر کے بعد اتنا وقت گذر جائے جتنا ہر روز فجر اور ظہر کے درمیان ہوتا ہے تو ظہر پڑھ لیں پھر جب ظہر کے بعد اتنا وقت گذر جائے جتنا عصر تک معمول کے دن کے مطابق ہوتا ہے تو عصر کی نماز پڑھ لیں۔ اسی طرح عصر کے بعد مغرب کی نماز اُس وقت پڑھیں گے جب عصر کے بعد اتنا وقت گزر جائے جتنا عصر کے بعد

مغرب تک وقت ہوتا ہے ۔ اسی طرح عشاء کی نماز کا وقت متعین ہوگا ۔ اور پھر جتنا وقت عشاء اور مغرب کے درمیان ہوتا ہے اتنا وقت گذار کر فجر کی نماز پڑھ لیں گے ۔ اسی طرح قریباً چوبیس گھنٹوں میں مقررہ اوقات پر پانچوں نمازیں ادا ہو جائیں گی ۔"

(نووی جلد دوم صلہ مطبع نور محمد اصح المطابع)

یہاں یہ ذکر بھی مناسب ہوگا کہ امام نووی ساتویں صدی ہجری میں ہوئے ہیں ۔ گویا آج سے قریباً سات صدی قبل کا یہ بیان ہے ۔

مجمع البحار نے اس حدیث کی تشریح میں یہی کہا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کہ "جہاں دن معمول کے مطابق نہیں بلکہ مہینہ یا سال کے برابر ہو نمازوں کا اندازہ کر لو" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں : ۔

" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھنے والے کو یہ جواب دیا کہ نماز ساقط نہیں ہوتی بلکہ اس کے اوقات کو متعین کر لو جس طرح کہ دن میں پانچ نمازوں کو مختلف وقتوں میں متعین کیا گیا ہے ۔ یعنی جب فجر کی طلوع کے بعد اتنا وقت گذر جائے جتنا فجر اور ظہر کے درمیان وقت ہوتا ہے تو ظہر کی نماز پڑھ لو ۔ اور عصر کی اس وقت پڑھو جب ظہر کے بعد اتنا وقت گذر جائے جتنا ظہر کے بعد عصر تک ہوتا ہے ۔ علیٰ ہٰذا القیاس مغرب، عشاء اور فجر کی نماز کا وقت مقرر کیا جائے ۔"

(مجمع البحار جلد ۳ صلہ ۱۲ مطبع منشی نولکشور)

خلاصہ کلام یہ کہ غیر معمولی علاقوں میں جہاں رات دن چوبیس گھنٹے سے زیادہ کے ہوں ۔ یا دن رات تو چوبیس گھنٹے کے ہوں لیکن دن میں باہمی فرق اتنا کم ہو کہ قرآن و سنت کی رُو سے نمازوں کے پانچ معروف اوقات کی جو علامتیں مقرر ہیں وہ نمایاں نہ ہوں اور اوقات کی باہمی تفریق بہت مشکل ہو ۔ مثلاً قطب شمالی کے قریب ایسے علاقے جہاں شفق شام اور شفق صبح کے درمیان امتیاز نہیں ہو سکتا ۔ اور درمیان میں غسق یعنی اندھیرا حائل نہیں ہوتا وہاں نمازوں کے اوقات گھڑی کی مدد سے مقرر کئے جا سکتے ہیں ۔

اوقات کی تعیین کے لئے یہ اصول مدنظر رکھنا چاہیئے کہ چوبیس گھنٹوں کے اندر ان اوقات کو اس طرح پھیلا کر مقرر کیا جائے کہ ان کا درمیانی وقفہ معتدل علاقوں کے اوقات نماز کے درمیانی وقفہ سے حتی الوسع ملتا ہو ۔ مجموعی آبادی کی معاشری عادت کے لحاظ سے ان علاقوں میں کام کاج کا جو وقت مقرر ہے وہ دن اور آرام اور سونے کا جو وقت ہے وہ رات شمار ہوگا ۔ اور سورج کے طلوع و غروب کی پابندی ضروری نہ ہوگی ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب اور شارحین حدیث کی تشریح کا مطالعہ کرنے کے بعد کتنی مسرت اور اطمینان نصیب ہوتا ہے کہ خُدا کے برگزیدہ رسُول نے خود ایک ایسے معاملہ کی تشریح کر دی جس کا امکان تو موجود تھا لیکن

عملاً ابھی مسئلہ سے ہم دو چار نہ ہوئے تھے۔ کامل شریعت کا یہی کمال ہے۔ کہ اس میں مرض اور مشکل کا علاج موجود ہوتا ہے۔ اگر کہیں اس کی تفصیل موجود نہیں تو اجمال موجود ہے۔ اس کی امثال موجود ہوتی ہیں جن سے اجتہاد کیا جا سکتا ہے۔

یہ حدیث ہماری اس طرف بھی راہنمائی کرتی ہے کہ جہاں رات دن کی یہ کیفیت ہوگی۔ وہ دجال یا یاجوج ماجوج کے علاقے ہیں کہ یہ حدیث اسی ضمن میں وارد ہوئی ہے۔ اور ایک دن ایسا آئے گا کہ ان علاقوں کے بسنے والے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آئیں گے۔ اور دنیا اشرقت الارض بنور ربھا کا نظارہ دیکھے گی۔ وما ذلک علی اللہ العزیز۔

رمضان اور عید کا مسئلہ

اب رہا رمضان کے آغاز اور عید کا مسئلہ کہ اسے بھی چاند کے دیکھنے سے مشروط قرار دیا ہے۔ ایسے ممالک روزے کب شروع کریں گے اور عید کب کریں گے؟ قرآن مجید میں آیا کہ مشرکین قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ کہ نئے چاند کے بارہ میں کیا حکم ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تو اوقات مقرر کرنیکا ایک معیار اور ذریعہ ہیں۔

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَھِلَّۃِ ؕ قُلْ ھِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ (البقرہ آیت ۱۹۰)

پس وہ علاقے رمضان کے روزے اسی وقت شروع کریں جس وقت باقی دنیا کے مسلمان کرتے ہیں۔ کیلنڈر جو دن رمضان کی ابتداء کا ظاہر کرے گا وہ اسی دن روزہ رکھیں گے اور اسی دن عید کریں گے جس دن رمضان ختم ہوگا۔ اور اس بارہ میں وہ ابدی اسلامی مرکز مکہ معظمہ کی اتباع کریں گے کہ جسے قرآن نے "امّ القریٰ" قرار دیا۔ اس بارہ میں آج سے آٹھ سال قبل حضرت امام جماعت احمدیہ نے ایک تجویز پیش فرمائی تھی۔ کیا ہی اچھا ہو کہ اس پر عمل ہو جائے۔ ۲۷ جنوری ۱۹۷۲ء بروز جمعرات عید الاضحیہ کا خطبہ بیان فرماتے ہوئے۔ آپ نے فرمایا:-

"میرے دل میں یہ زبردست خواہش پیدا ہوئی ہے کہ چونکہ حج اور قربانی کا تعلق خاص طور پر مکہ معظمہ سے ہے جو کہ عالم اسلام کا ابدی مرکز ہے۔ اور چونکہ ہماری عقل اور ہمارے دل قطعاً یہ پسند نہیں کرتے کہ مکہ میں قربانی بعد میں ہو اور ہم پہلے کر لیں۔ اس لئے میں جسے خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے جماعت احمدیہ کا امام بنایا ہے۔ یہ اعلان کرتا ہوں کہ آئندہ ساری دنیا کی تمام احمدی جماعتیں جہاں تک ممکن ہو سکے گا مکہ معظمہ کی عید کے ساتھ یہ عید منایا کریں گی۔ لیکن چونکہ دن اور رات کا تعلق طلوع شمس سے ہے۔ اور خدا نے قانون قدرت ایسا بنایا ہے۔ کہ عملاً ہر جگہ ایک ہی وقت میں عید نہیں منا سکتے اس لئے ہم مکہ معظمہ کی روایت ہلال کو بنیاد بنا کر اور مختلف

ممالک میں طلوع شمس کے فرق کو ملحوظ رکھ کر آئندہ یہ کوشش کیا کریں گے کہ ہماری قربانی اور ہماری عید اس دن اور اس وقت سے قریب ترین ہو جبکہ مکہ معظمہ میں قربانی ہوتی ہے ۔ اور عید منائی جاتی ہے ۔ تاکہ وحدتِ اسلامی کے قیام کا ہم عملاً ایک مظاہرہ کر سکیں ۔"

(الفضل ۳۱ جنوری ۱۹۷۳ء ص۶)

تعزیتی قرارداد

مجلس انصار اللہ عزیز آباد کراچی کا یہ اجلاس مظہر احمد قریشی صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ ضلع کراچی کی اچانک و اندوہناک وفات پر گہرے دکھ ۔ رنج اور غم کا اظہار کرتا ہے ۔ آپ بشیر حسین صاحب قریشی مرحوم کے بیٹے تھے ۔ اور اس وقت اسٹیٹ بنک کراچی میں اسسٹنٹ ڈائریکٹر تھے ۔ آپ ایک لمبے عرصہ تک کراچی میں بحیثیت قائد مجلس صدر کام کرتے رہے ۔ آپ اس وقت پریذیڈنٹ حلقہ صدر کراچی کے طور پر بھی کام کر رہے تھے

نومبر ۱۹۷۹ء میں آپ کو قائد ضلع کراچی کی اہم خدمت سونپی گئی ۔ جس کو آپ نے آخری سانس تک اخلاص و محبت کے ساتھ نبھایا ۔ باوجود دفتری مصروفیات آپ کثیر حصّہ خدمتِ دین کے لئے وقف رکھتے ۔ اور ہمہ وقت مستعدی سے امور سرانجام دیتے ۔

۱۵ جون کو اچانک دل کا دورہ پڑنے پر آپ کی وفات ہوئی ۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

ہم آپ کے خاندان اور جملہ افراد کے اِس غم میں برابر شریک ہیں ۔ اور دُعا کرتے ہیں ۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کو صبر جمیل عطا فرمائے ۔ اور مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے ۔ آمین

ظفر اللہ خاں

زعیم اعلیٰ مجلس انصار اللہ عزیز آباد کراچی

درس حدیث

مومن کے اوصاف

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع ۱۹۷۹ء کے موقع پر پڑھا گیا

(از مکرم قریشی سعید احمد صاحب اظہر مربی سلسلہ)

(۱) عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَلْاِيْمَانُ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ
الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ ۔ (مسلم)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ پر اُس کے فرشتوں پر اُس کی کتابوں پر اور اس کے رسُولوں پر اور یوم آخر یعنی جزا اور سزا کے دن پر ایمان لائے ۔ اور اس کے علاوہ تو خُدا کی تقدیر خیر و شر پہ بھی ایمان لائے ۔

ایمان سے مراد حق و صداقت کا اقرار ہے اور یہ تین امور کے جمع ہونے سے ہوتا ہے (۱) دل کی تصدیق ۔ (۲) زبان کا اقرار ۔ (۳) اور اس کے مطابق جوارح یعنی اعضاء کا عمل (اس لئے اعتقاد ۔ سچی بات اور نیک عمل ۔ تینوں پر ایمان کا اطلاق ہوتا ہے) اس سے ایمان کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ ایمان اُس وقت تک ایمان کہلانے کا مستحق نہیں جب تک زبان کا اقرار ۔ دل کی تصدیق اور پھر اس کے مطابق انسان کے اعمال نہ ہوں ۔

اس حدیث میں اسلام کی تعلیم کے مطابق ایمان کی تشریح بیان کی گئی ہے جو چھ بنیادی باتوں پہ مشتمل ہے اور ایک مومن کو انہی اوصاف سے متصف ہونا چاہیئے ۔

اوّل : ۔ اللہ تعالیٰ پہ ایمان ۔ جو دنیا کا واحد خالق و مالک خُدا ہونے کی وجہ سے ایمانیات کا مرکزی نقطہ ہے اور یاد رکھنا چاہیئے کہ عربی زبان میں اللہ کا لفظ خُدائے واحد کے سوا کسی اور کے متعلق استعمال نہیں کیا جاتا ۔ اور اس سے مراد ایسی ہستی ہے جو تمام عیوب سے پاک اور تمام صفاتِ حسنہ سے متصف ہے ۔

دوئم : ۔ فرشتوں پر ایمان جو خُدا کی ایک نہ نظر آنے والی مگر اہم مخلوق ہے فرشتے دُنیا کے کاموں کو چلانے کے لئے خُدا کی طرف سے پیدا کئے ہوئے اسباب کے نگران ہیں اور خُدا اور اس کے رسولوں کے درمیان

پیغام رسانی کا واسطہ بھی بنتے ہیں۔

سوئم :۔ خدا کی طرف سے نازل ہونے والی کتابوں یعنی خدائی وحی اور خدائی احکام پر ایمان جس کے ذریعہ دُنیا کو خدا تعالیٰ کے منشاء کا علم حاصل ہوتا ہے۔ ان کتابوں میں سے آخری کتاب قرآن شریف ہے جس نے پہلی تمام شریعتوں کو جو وقتی اور قومی نوعیت کی تھیں منسوخ کر دیا۔

چہارم :۔ خُدا کے رسُولوں پر ایمان۔ جن پر وقتاً فوقتاً الہامی کتابیں نازل ہوتی رہی ہیں۔ اور جو اپنے عملی نمونہ سے خُدا کے منشاء کو دنیا پر ظاہر کرتے رہے ہیں ان میں سے آخری صاحب شریعت نبی اور خاتم النبیین ہمارے پیارے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جو سیّدِ وُلدِ آدم اور افضل الرسل ہیں۔

پنجم :۔ یوم آخر پر ایمان جو موت کے بعد آنے والا ہے اور جس میں ہر انسان نئی زندگی حاصل کر کے اپنے اچھے یا بُرے اعمال کا بدلہ پائے گا۔

ششم :۔ تقدیر خیر و شر پر ایمان۔ جو خُدا کی طرف سے دنیا میں جاری ہے یعنی اسبات پر یقین رکھنا کہ دنیا میں قانونِ قضاء و قدر اور قانونِ شریعت کی صورت میں جو قانون بھی جاری ہے وہ سب خدا کا بنایا ہوُا قانون ہے اور خُدا ہی اس سارے کارخانے (روحانی اور مادی) کو چلا رہا ہے۔ گویا خُدا تعالیٰ دنیا کو پیدا کر کے نعوذ باللہ معطل یا علیحدہ نہیں ہو گیا بلکہ وہ دُنیا کا عملی حکمران ہے اور اس کا قانون دنیا میں چل رہا ہے۔

۲۔ مومن کے اوصاف میں سے ایک وصف یہ ہے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے تو پھر استقلال کے ساتھ اس پر قائم رہتا ہے۔ جیسا کہ حدیث سے ظاہر ہے۔

"حضرت سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مَیں نے عرض کیا۔ کہ اے اللہ کے رسول مجھے اسلام کی کوئی ایسی بات بتائیے کہ اسکے بعد کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے۔ یعنی میری پوری تسلّی ہو جائے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔ تم یہ کہو کہ مَیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا۔ پھر اس بات پر قائم ہو جاؤ اور استقلال کے ساتھ قائم رہو۔" (مسلم کتاب الایمان)

۳۔ مومن ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوتا ہے اور اس کے ہر کام میں برکت ہی برکت ہوتی ہے۔ جیسے کہ حدیث میں ہے :۔

"حضرت صہیب بن سنان بیان کرتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے اس کے سارے کام برکت ہی برکت ہوتے ہیں۔ یہ فضل صرف مومن کے لئے مختص ہے۔ اگر اس کو کوئی خوشی و مسرت نصیب ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہے اور اسکی شکر گزاری اس کے لئے مزید خیر و برکت کا موجب بنتی ہے اور اگر اس کو کوئی دکھ پہنچے تو وہ صبر کرتا ہے اور

اس کا یہ طرز عمل بھی اس کے لئے خیر و برکت کا ہی باعث ہے اور وہ صبر کر کے ثواب حاصل کرتا ہے۔" (مسلم کتاب الزھد)

۴ - ایک مومن میں دوسرے مومن کے لئے محبت، رحم اور ہمدردی کا جذبہ نمایاں طور پر پایا جاتا ہے۔

"حضرت نعمان بن بشیر بیان کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مومنین کی مثال جو ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے مہربانی سے پیش آتے ہیں۔ ایک جسم کی سی ہے جس کا ایک حصّہ اگر بیمار ہو تو اس کی وجہ سے سارا جسم بیداری، بے چینی اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔"

۵ - اسی طرح ایک حدیث میں ہے:-

"حضرت ابوموسیٰ اشعری بیان کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مومن دوسرے مومن کے لئے مضبوط عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصّہ دوسرے کو تقویت دیتا اور مستحکم بناتا ہے آپ نے اس مفہوم کو اور واضح کرنے کے لئے اپنی انگلیوں کی کنگھی بنائی کہ اس طرح اس عمارت کی گرفت مضبوط ہوتی ہے۔"

۶ - مومن یوم آخرت پر پختہ یقین رکھتا۔ اپنے پڑوسی کے حقوق کا خیال رکھتا۔ مہمان کا احترام کرتا اور ہمیشہ بھلائی اور نیکی کی بات کہتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:-

"حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔ یعنی سچا مومن ہے وہ اپنے پڑوسی کو تکالیف نہ دے جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔ اپنے مہمان کا احترام کرے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ بھلائی اور نیکی کی بات کہے یا پھر خاموش رہے۔"

۷ - "حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا کی قسم وہ شخص مومن نہیں۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ کون مومن نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں اور اس کے اچانک واروں سے محفوظ نہ ہو۔

۸ - مومن جو چیز اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:-

"حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم میں سے کوئی شخص سچا مومن نہیں سمجھا جا سکتا جب تک کہ وہ

اپنے بھائی کے لئے وہی بات پسند نہیں کرتا جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے :

یہ حدیث اسلامی اخوت کا بلند ترین معیار پیش کرتی ہے۔ سب سے پہلے قرآن کریم نے انما المومنون اِخْوَۃٌ کہ (تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں) کہکر بھائی بھائی بنایا اور اس کے بعد ہمارے آقا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اخوت کے بلند معیار کی وضاحت فرمائی کہ جو بات ایک مومن اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لئے بھی پسند کرے گویا آپ نے مومنین میں ہر قسم کی دُوئی اور غیریت کی جڑ کاٹ کر انہیں بالکل ایک جان کر دیا۔

۹۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"مومن بے ضرر اور مہربانی کرنے والا ہوتا ہے اور فاجر بدخلق اور دھوکہ دینے والا ہوتا ہے"۔

۱۰۔ پھر فرمایا:۔

"دو خصلتیں مومن میں جمع نہیں ہوسکتیں۔ یعنی وہ بخیل نہیں ہوتا اور نہ ہی بدخُلق ہوتا ہے"۔ (ترمذی)

۱۱۔ پھر فرمایا:۔

"مومن لعن طعن کرنے والا اپنی باتوں میں فحش کلامی کرنے والا اور بدگو نہیں ہوسکتا"۔

۱۲۔ "مومن کا حسنِ اخلاق قیامت کے دن سب سے وزنی ہوگا۔"

۱۳۔ "حیاء مومن کا زیور ہے"۔

۱۴۔ مومن ایفاءِ عہد کرنے والا ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

عِدَۃُ الْمُؤْمِنِ کَاَخْذِ الْکَفِّ۔ کہ مومن کا وعدہ ایسا ہی ہے جیسے اُس نے پُورا کر دیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"مومن کامل کی پاک تبدیلی کے ساتھ خدا تعالےٰ بھی ایک نئی صورت کی تجلّی سے اُس پر ظاہر ہوتا ہے۔ یہ اسبات کا ثبوت ہے کہ اُس نے انسان کو اپنے لئے پیدا کیا ہے کیونکہ جب انسان خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا شروع کرے تو اُسی دن سے بلکہ اُسی گھڑی سے بلکہ اُسی دم سے خدا تعالیٰ کا رجوع اس کی طرف شروع ہو جاتا ہے۔ اور وہ اُس کا متولی اور متکفل اور حامی اور ناصر بن جاتا ہے اور اگر ایک طرف تمام دنیا ہو اور ایک طرف مومن کامل تو آخر غلبہ اسی کو ہوتا ہے۔ کیونکہ خدا اپنی محبت میں صادق ہے اور اپنے وعدوں میں پُورا۔ وہ اُس کو جو درحقیقت اُس کا ہو جاتا ہے۔ ہرگز ضائع نہیں کرتا۔ ایسا مومن آگ میں ڈالا جاتا ہے اور گلزار میں سے نکلتا ہے وہ ایک گرداب میں دھکیل دیا جاتا اور ایک خوشنما باغ میں سے نمودار ہو جاتا ہے۔

دشمن اس کے لئے بہت منصوبے کرتے اور اُس کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن خُدا اُن کے تمام مکروں اور منصوبوں کو پاش پاش کر دیتا ہے کیونکہ وہ اس کے ہر قدم کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس لئے آخر اس کی ذلّت چاہنے والے ذلّت کی مار سے مرتے ہیں۔ اور نامرادی اُن کا انجام ہوتا ہے لیکن وہ جو اپنے تمام دل اور تمام جان اور تمام ہمت کے ساتھ خُدا کا ہو گیا ہے وہ نامراد ہرگز نہیں مرتا اور اس کی عمر میں برکت دی جاتی ہے۔ اور ضرور ہے کہ وہ جیتا رہے جب تک اپنے کاموں کو پُورا کرے تمام برکتیں اخلاص میں ہیں اور تمام اخلاص خُدا کی رضا جوئی میں اور تمام خُدا کی رضا جوئی اپنی رضا کے چھوڑنے میں۔ یہی موت ہے جس کے بعد زندگی ہے۔ مبارک وہ جو اس زندگی میں سے حِصّہ لے۔"۔

تعمیر گیسٹ ہاؤس انصار اللہ میں

چندہ دینے والے معطی حضرات

مندرجہ ذیل مزید احباب نے تعمیر گیسٹ ہاؤس انصار اللہ میں تین صد یا اس سے زائد رقوم ادا کی ہیں۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء

بیرونی ممالک کے مہمانان کرام کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر گیسٹ ہاؤس کی توسیع لازمی ہو گئی ہے۔ اسلئے احباب کرام اپنے یا اپنے عزیز و اقارب کے اسماء گرامی بغرض تحریک دُعا اور یادگار لوح پر محفوظ کرانے کیلئے مبلغ /۳۰۰ روپے یا اس سے زائد رقوم ادا فرما کر بانی جماعت احمدیہ کے مہمانوں کے قیام میں سہولت پیدا کرنے کا عملی مظاہرہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے تمام احباب کو اجرِ عظیم سے نوازے۔ آمین۔

۱۔ مکرم صوبیدار محمد شریف صاحب چک ۲ ڈیری فارم گجرات ... ۳۰۰۔۰۰ روپے

۲۔ " چوہدری وزیر محمد صاحب مرحوم منجانب دختر امۃ النصیر بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری عبد اللطیف صاحب ملتانی ... ۳۰۰۔۰۰ "

۳۔ " عبد الغفور صاحب منہاس گلبرگ لاہور ... ۳۱۰۔۰۰ "

۴۔ " محمد اکرم صاحب منہاس منجانب مسز مبارکہ منہاس گلبرگ لاہور ... ۳۱۰۔۰۰ "

۵۔ " ملک منور احمد صاحب جاوید منجانب ملک مظفر احمد صاحب مرحوم گنج مغلپورہ لاہور ... ۳۰۰۔۰۰ "

۶۔ مکرمہ سرور سلطانہ صاحبہ اہلیہ ٹھیکیدار عبد الحق صاحب ٹمبر مرچنٹ۔ ربوہ ... ۳۱۰۔۰۰ "

(قائد مال مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

مکرم مولوی فضل الٰہی صاحب انوری
ناظر اصلاح و ارشاد (تعلیم القرآن)

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ

یہ مقالہ انصار اللہ ربوہ کے ایک ذرہ اجتماع میں پڑھا گیا
(مدیر)

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت ابو طالب کے فرزند۔ آپؓ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے خاوند اور چوتھے راشد خلیفہ تھے۔ آپ کی پرورش حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آپؐ کی زیر تربیت ہوئی۔ ظاہر ہے کہ وہ شخص جس کی طفولیت۔ بچپن اور جوانی کا زمانہ حضرت افضل البشر اور خیر الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ شفقت میں گذرا ہو اُس کا علمی پایہ اور اخلاقی مقام کس قدر بلند ہوگا۔

والد نے آپ کا نام زیدؔ۔ والدہ نے حیدر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رکھا۔ ابو الحسن اور ابو تراب آپ کی کنیت ہے۔ مُرتضیٰ اور اسد اللہ آپ کے القاب ہیں جن سے آپ کی شجاعت کا اظہار ہوتا ہے۔

آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نو عمروں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ہیں۔ آپ دس سال کے تھے کہ آپ کے شفیق مربیّ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دربارِ خداوندی سے نبوت کا خلعت عطا ہوا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادِ ربانی

وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ

کے مطابق اپنے قبیلہ بنو ہاشم کو پیغام حق کے لئے بلایا تو جملہ افراد قبیلہ میں سے آپ کی آواز پر لبیک کہنے والا یہی ایک بچہ تھا۔ آپ کے والد ابو طالب نے اگرچہ خود اسلام قبول نہ کیا مگر اپنے بیٹے کو بخوشی اجازت دے دی کہ وہ جو چاہے دین اختیار کرے۔

حضرت علی رضؓ نے اس اعتبار سے کہ اوّلین اسلام لانے والوں میں سے تھے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی تھے اور آپ کے گھر میں ہی رہتے تھے۔ اُن تمام تکالیف میں حصہ لیا جو تیرہ ۱۳ برس تک قریش مکہ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو پہنچائی جاتی رہیں۔ حضرت

علیؓ نے باوجود بچہ ہونے کے اُن سب تکالیف کو نہایت صبر۔ استقلال اور خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کیا۔ حتیٰ کہ جس رات کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دینے کے ارادے سے آپ کے گھر کا گھیرا ڈالے ہوئے تھے۔ تو حضرت علیؓ بھی اس وقت آپ کے ساتھ آپؐ کے گھر میں موجود تھے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر پورے انشراح اور رضا و رغبت سے آپؐ کے بستر پر لیٹے۔ اُس خوفناک اور مہیب رات کو حضرت علیؓ کا یہ فعل اپنی جان کی قربانی پیش کر دینے کے مترادف تھا۔ ایسے کڑے وقت میں اس قسم کی قربانی پیش کرنا جہاں آپ کی وفاداری کا عدیم المثال نمونہ پیش کرنا ہے وہاں آپ کی قدر و منزلت کو بھی نکھار کر سامنے لے آتا ہے۔ یقیناً یہ فعل بغیر سچی محبت اور عشق کے ناممکن تھا اور بلاشبہ یہ آپ کی زندگی کے اہم کارناموں سے افضل ہے۔ غالباً آپ کی اسی بے لوث محبت اور قربانی کا یہ نتیجہ تھا کہ ہجرتِ نبوی کے معاً بعد حضرت علیؓ کو دو خصوصی شرف حاصل ہوئے۔ ایک یہ کہ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار میں مواخاۃ کرائی تو آپؐ نے حضرت علیؓ کو اپنا بھائی بنایا۔ حضرت علیؓ اگرچہ خونی رشتے کے لحاظ سے بھی آپؐ کے چچازاد بھائی تھے مگر بارگاہِ رسالت سے عطا ہونے والا یہ شرف تمام جسمانی رشتوں سے بڑھ کر تھا۔ دوسرا شرف حضرت علیؓ کو یہ حاصل ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ آپ کے رشتہ زوجیت میں آئیں۔

حضرت علیؓ زیادہ دولتمند نہیں تھے۔ نہ جائیداد رکھتے تھے اور نہ کسی اور اثاثہ اور سرمایہ کے مالک تھے مگر آپ نے ایمان و اخلاص اور تقویٰ و پرہیزگاری کی بے پناہ دولت پائی تھی۔ اسی طرح شہ زوری میں بھی اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ چنانچہ جب غزوات کا سلسلہ شروع ہوا تو آپ اپنی جوانمردی اور شجاعت کے ساتھ میدانِ جنگ میں کود پڑتے کہ کفار کے بڑے بڑے شاہ زور اور آزمودہ کار پہلوانوں کے بھی چھکے چھوٹ گئے۔ آپ تمام جنگوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ کسی ایک جنگ میں بھی آپ کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ علاوہ دیگر غزوات میں اپنی بے مثال شہ زوری اور زورِ بازو کے جوہر دکھانے کے آپ وہ مردِ مجاہد ہیں جن کے ہاتھ پر خیبر کا مضبوط قلعہ فتح ہوا۔ غزوہ تبوک میں آپ کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم مقامی کا شرف حاصل ہوا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی تو آپؐ کی تجہیز و تکفین کا سارا انتظام آپ ہی نے سرانجام دیا۔ خلافتِ صدیقی کے دور میں آپ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر بیعت سے مشرف ہونے کے بعد تمام عرصہ آپ کے معین و مددگار رہے۔ حضرت عمر فاروق اعظم بھی اپنے دورِ خلافت میں ہر اہم کام میں حضرت علیؓ سے ضرور مشورہ فرمایا کرتے تھے۔ ایک موقع پر حضرت عمرؓ نے خود فوج کا سپہ سالار بن کر میدانِ جنگ میں جانا چاہا مگر حضرت علیؓ کے مشورہ پر رُک گئے۔ بیت المقدس کی فتح کے وقت جب نصاریٰ نے خلیفۃ المسلمین کے خود تشریف لانے پر اصرار

کیا تو آپ حضرت علیؓ کو ہی مدینہ میں اپنی جگہ امیر بنا گئے تھے۔ دورِ فاروقی میں سن ہجری کا اجراء حضرت علیؓ کے مشورہ سے ہی ہوا۔

خلافت سے آپ کی بے مثال وابستگی اور وفاداری دَورِ عثمانی میں بھی قائم رہی۔ جب باغیوں نے مدینہ پر قابض ہونے کے بعد حضرت عثمانؓ کے مکان کا محاصرہ کیا تو ایسے نازک وقت میں حضرت علیؓ نے اپنے دونوں جگر گوشوں حسنؓ اور حسینؓ کو حضرت عثمانؓ کی حفاظت کے لئے قصرِ خلافت کے دروازے پر کھڑا کر دیا۔ کسی دوسرے کی خاطر اپنی اولاد کو یوں یقینی موت کے مُنہ میں دھکیلنے کی جرأت اور حوصلہ وہی باپ کر سکتا ہے جس کے سینے میں خلوص اور محبّت سے بھرا دل دھڑک رہا ہو۔

حضرت عثمانؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ خلیفۃ المسلمین منتخب ہوئے آپ پونے پانچ برس مسندِ خلافت پر متمکن رہے اور کشتیٔ اسلام کو اس گرداب سے نکالنے کی سرتوڑ کوشش کرتے رہے جس میں معاندین اسلام کی مکارانہ سازشوں کے نتیجے میں وہ مسلسل ہچکولے کھا رہی تھی۔ اور بالآخر اس میں بہت حد تک کامیاب ہو گئے۔

نیکی کو سنوار کر ادا کرو

"سو اے وے تمام لوگو! جو تم اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو۔ آسمان پر تم اُس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے۔ جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔ سو اپنی پنجوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خُدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو۔ اور اپنے رُوزوں کو خُدا کے لئے صدق کے ساتھ پُورے کرو۔ ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے وہ زکوٰۃ دے۔ اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں، وہ حج کرے۔ نیکی کو سنوار کر ادا کرو اور بدی کو بیزار ہو کر ترک کرو۔"

(کشتی نوح)

دینی معلومات

قرآن

- قرآن کے معنے بہت پڑھی جانے والی کتاب کے ہیں۔ دنیا میں بسنے والے نوّے کروڑ مسلمان جس کثرت سے اپنی اس کتاب کو پڑھتے ہیں اُس کی مثال کسی مذہب کی الہامی کتاب میں نہیں پائی جاتی۔ صرف رمضان میں جتنا یہ کتاب پڑھی جاتی ہے۔ اُس کی ہی نظیر نہیں مل سکتی۔
- قرآن مجید بتدریج تیئیس سال میں نازل ہُوا۔
- اس کی ترتیب وحی خفی کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمائی۔ جب کوئی آیت نازل ہوتی۔ آپ فرماتے اسے فلاں سورت میں فلاں جگہ رکھو۔
- صحابہ کرام قرآن مجید کی آیات کو حفظ بھی کرتے۔ ہڈیوں، چمڑوں، پتّوں وغیرہ پر بھی لکھتے۔
- جنگ یمامہ میں جب متعدد حفّاظ شہید ہُوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ نے قرآن مجید کو جمع کرنیکا بیڑہ اٹھایا۔ بخاری کی ایک روایت کی رُو سے حضرت عمر نے حفصہ سے قران مجید منگوا کر اسس کی نقول کروائیں اور مختلف احصار میں ... بھجوا دیں۔ اور مختلف لوگوں کے پاس جو اجزا تھے ان کو تلف کروا دیا۔ اکثر روایات میں اُن کو جلا دینے کا ذکر ہے۔
- تمام دنیا میں قرآن ایک ہی ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ اس کی حفاظت کا وعدہ خُدا نے کیا۔ فرمایا

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ ۝

- قرآن مجید کی کل ایک سو چودہ سورتیں ہیں۔ مکّہ میں نازل ہونے والی چھیاسی [86] اور مدینہ میں اٹھائیس [28]۔ بعض مکّی صورتوں میں بعض آیات ایسی بھی ہیں جو مدینہ میں نازل ہوئیں و بالعکس۔ ہر سورت کے اُوپر لکھا ہوتا ہے "مکّیۃ" کہ یہ مکّہ میں نازل ہوئی یا "مدنیۃ" کہ یہ مدینہ میں نازل ہوئی۔
- اللہ کا لفظ قرآن مجید میں دو ہزار چھ سو اٹھانوے بار آیا۔
- الرحمان کا لفظ ستاون (۵۷) بار آیا۔

الرحیم کا لفظ ایک سو چودہ [114] بار آیا۔

اعراب قرآن مجید

اعراب حضرت علیؓ کے شاگردوں ۔ ابو الاسود ۔ نصر بن عاصم ۔ یحیٰ بن نعیم نے لگائے ۔ یہ پہلے نکتوں کی صورت میں ہوتے تھے ۔ اعراب کو آخری شکل عباسی عہد میں ایک عالم خلیل بن احمد نے دی جو آج تک قائم ہے ۔

تعداد آیات

- جمہور کے نزدیک قرآن مجید کی آیات چھ ہزار دو سو چھیاسٹھ ہیں ۔ (۶۲۶۶)
- اہل کوفہ کے نزدیک چھ ہزار دو سو چھتیس ۔ (۶۲۳۶)
- اہل مدینہ کے نزدیک چھ ہزار دو سو چودہ ۔ (۶۲۱۴)
- اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ آیت جملے کو کہتے ہیں بعض نے دو جملوں کو ملا کر ایک آیت قرار دیا ۔ اور بعض نے اس کو ایک جملہ سمجھ کر ایک ہی آیت شمار کیا ۔

تعداد حروف

حضرت عبد اللہ بن مسعود نے ۔ تین لاکھ بائیس ہزار چھ سو ستر حرف شمار کئے ۔ یہاں بھی اختلاف کا سبب یہی ہے کہ کسی نے حروف مشدّد کو دو اور کسی نے ایک شمار کیا ۔

شوریٰ انصار اللہ

شوریٰ انصار اللہ کے لئے تجاویز مجلس عاملہ مقامی کی منظوری کے ساتھ بلیس ۲۰ تبوک / ستمبر تک دفتر مرکزیہ میں بھجوا دیں ۔ جزاکم اللہ ۔ بیس ستمبر تجاویز بھجوانے کی آخری تاریخ ہے ۔

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

حضرت مولوی محمد دین صاحب سے ایک ملاقات

(ایڈیٹر)

اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ منصب عطا فرمایا جو مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ - دوسرے امام جماعت احمدیہ - موجودہ امام جماعت کو عطا فرمایا - یعنی صدر - صدر انجمن احمدیہ - آپ زندگی کی ستانویں بہاریں دیکھ چکے ہیں اور چودہ یا پندرہ اگست کو آپ نے اٹھانویں سال میں قدم رکھا - انگلستان اور امریکہ میں آپ کو اعلائے کلمۃ اللہ کی توفیق ملی تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر - ناظر تعلیم کے عہدہ پر آپ فائز رہے - اور سب سے آخر میں صدر - صدر انجمن احمدیہ کے عہدہ جلیلہ پر آپ کا تقرر ہوا - جب بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے ۱۹۰۷ء میں وقف زندگی کی تحریک فرمائی تو مولوی صاحب نے اُس پر لبیک کہا - اس وقت آپ علی گڑھ میں تعلیم حاصل کر رہے تھے - حضور نے اپنے قلم مبارک سے اُن کی درخواست پر لکھا -

"نتیجہ کے بعد اس خدمت پر لگ جائیں"

انجام بخیر ہو

پانچ اگست کی شام آپ کی خدمت میں حاضر ہوا - میں نے السلام علیکم کہا اور اپنا نام بتایا - بانیٔ سلسلہ کے رفقاء میں سب سے قدیم رفیق نے ہاتھ بڑھایا اور فرمایا - وعلیکم السلام - کئی سال بعد آئے ہو - میں نے آپ کا ہاتھ تھامے رکھا اور معذرت کی - خیریت دریافت فرمائی تو فرمایا "میں سفرِ آخرت کی تیاری کر رہا ہوں - دُعا کرو انجام بخیر ہو" اور پھر آپ آب دیدہ ہو گئے - سچ ہے جتنا خُدا کا عارف ہو گا اتنا اُس سے ترساں ہو گا ؎

ہر کہ عارف تر است ترساں تر

آپ کی یادداشت

پھر شیخ محمد احمد صاحب مظہر کی خیریت دریافت کی اور فرمایا ان کے والد منشی ظفر احمد صاحب نے ایک موقعہ پر جب بانیٔ جماعت احمدیہ نے کپورتھلہ کی جماعت سے ایک اشتہار کی اشاعت کے لئے ساٹھ ستّر روپے کے خرچ کا ذکر کیا تو منشی صاحب نے بیوی کا زیور بیچ کر رقم حضور کی خدمت میں پیش کر دی اور کپورتھلہ کے مخلصین کو اس کی خبر بھی نہ ہونے دی - پھر اُن کے لڑکے کا پوچھا کہ وہ ایڈووکیٹ ہیں - کیا حال ہے اُس کا - عرض کیا وہ لاہور میں پریکٹس کرتے ہیں - کام بھی بفضلہٖ تعالیٰ اچھا ہے - اس کے بعد میرے سابق گاؤں کاہنوواں ضلع گورداسپور کے

بعض احباب اور اُن کی اولاد کے متعلق دریافت فرماتے رہے۔

ابتدائی حالات

مَیں نے چند سوالات تحریر کئے تھے۔ میرے دریافت کرنے پر فرمایا۔ ۱۳۔ ۱۴ اگست ۱۸۸۳ء لاہور میں میری پیدائش ہوئی۔ بیعت میں نے ۱۸۹۸ء یا ۱۸۹۹ء میں خط کے ذریعہ کی۔ حضور کی طرف سے پیر افتخار احمد صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا خط ملا جو سطر ڈیڑھ سطر پر مشتمل تھا کہ آپ کی بیعت منظور کر لی گئی ہے۔

میٹرک آپ نے ۳۱ مارچ ۱۹۰۱ء کو کیا۔ مڈل کے امتحان میں آپ یونیورسٹی میں اوّل آئے۔ اُس زمانہ میں مڈل کا امتحان یونیورسٹی لیتی تھی۔ آپ کو مشن سکول رنگ محل لاہور میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے چار روپیہ وظیفہ مقرر ہوا۔ آپ نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔ وظیفہ کے ساتھ میری فیس بھی معاف ہو گئی۔ میں بہت غریب تھا۔ ہمارے سکول کا کلرک دَگّی چند تھا۔ اس نے میرا وظیفہ نکلوایا۔ وہ مجھ سے بہت پیار کرتا تھا لیکن مذہبی طور پر اسلام کا بہت مخالف تھا۔ اورنگ زیب کا نام لے کر بُرا بھلا کہتا۔ میری ساری تعلیم عیسائی سکولوں میں ہوئی۔ اُس زمانہ میں بڑے بڑے مسلمان مولوی عیسائی ہو گئے تھے۔ صفدر۔ عماد الدین وغیرہ۔ عماد الدین نے تو اسلام کے خلاف بڑی گندی کتب تصنیف کیں۔

قبولِ احمدیّت کا باعث

فرمایا۔ احمدیّت کی طرف میری توجہ اس وقت مبذول ہوئی جب ایک روز کلاس میں ہیڈ ماسٹر پی۔ این۔ دت نے جو بعد میں یونیورسٹی کا رجسٹرار ہو گیا تھا۔ ایک دن علم کی تعریف کرتے ہوئے کہنے لگے۔ قادیان میں ایک مرزا صاحب ہیں جو اتنے بڑے عالم ہیں کہ تمام مذاہب سے علمی طور پر وہ مقابلہ کر رہے ہیں۔ آریوں سے بھی ہندوؤں سے بھی سب کے اعتراضات کا جواب دے رہے ہیں۔ اسکے بعد مَیں احمدی لیکھرام کے نشانوں کی وجہ سے ہوا ہوں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ چند دوستوں کے ساتھ لاہور میں کرکٹ کھیلنے جا رہا تھا۔ میرے ہاتھ میں وکٹ تھے کہ ایک جگہ چند مصلّی عورتیں رو رہی تھیں اور شور کر رہی تھیں۔ وجہ دریافت کرنے پر بتلایا کہ کوئی پیڑوں میں زہر ملا کر بچوں کو دے گیا ہے۔ چنانچہ بچے قے کر رہے تھے۔ بعد میں پتہ چلا کہ اُس نے بچوں کو مسلمان سمجھ کر لیکھرام کے قتل کا بدلہ لینا چاہا ہے۔ ہم نے تعاقب کر کے اس شخص کو پکڑا۔ اور اُسے کوتوالی لے گئے۔ مولوی صاحب نے فرمایا۔ سانولے سے رنگ کا وہ آدمی تھا۔ جھنگ کی طرف کا۔ "بُڑھیا" سا تھا۔

قادیان میں آپ کی آمد

میں نے میٹرک کا امتحان پاس کیا اس وقت مجھے بیعت کئے چوتھا سال تھا اور جب وصال ہوا۔ مجھے بیعت کیئے دس سال ہوئے تھے۔ محترم مولوی صاحب نے فرمایا۔ میں اسلامیہ کالج لاہور کے سیکنڈ ایئر میں تھا۔ کہ مجھے کچھرالیوں نے بہت تنگ کیا۔ دونوں طرف بغلوں میں پانچ پانچ چھ چھ کچھرالیاں نکلیں۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ان دنوں میو ہسپتال میں تھے۔ میں جاتا۔ بازو اوپر اٹھاتا۔ ان کے ساتھ پانچ چھ اور طالب علم ہوتے وہ نشتر دے کر اُسے نکالتے۔ کبھی قینچی سے کاٹتے۔ اس وقت میرا تعارف محترم حکیم مولانا نورالدین صاحب سے ہو چکا تھا۔ میں نے ارادہ کیا کہ اُن سے جاکر علاج کرواؤں۔ میں قادیان حاضر ہوا۔ محترم مولوی صاحب نے مجھے مسجد میں پہلی صف میں اُس کھڑکی کے پاس بٹھایا جہاں سے حضور نماز کے لئے تشریف لاتے۔ حضور تشریف لائے تو مولوی صاحب نے حضور کی خدمت میں مجھے پیش کیا۔ اور فرمایا نوجوان کو یہ تکلیف ہے۔ بغل میں ناسور ہو گیا ہے اب اس کا رُخ دل کی طرف ہے۔ پھر کچھ اور باتیں مولوی صاحب نے کیں۔ مولوی صاحب نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔ حضور بہت مہربان اور بڑے شفیق تھے۔ بچوں سے بھی لفظ آپ سے خطاب فرماتے۔ حضور نے مجھ سے دریافت فرمایا۔ آپ کو یہ تکلیف کیسے ہوئی۔ اس شفقت اور نورانی چہرہ کو دیکھ کر میں بول نہ سکا۔ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضور نے فرمایا آپ گھبرائیں نہ۔ مایوس نہ ہوں۔ میں آپ کے لئے دُعا کروں گا۔ اللہ شفا دے گا۔ نماز سے فارغ ہو کر میں مسجد سے نیچے آیا۔ ان دنوں مسجد میں تین قطاروں کی ہی گنجائش تھی۔ نماز اکثر مولوی عبدالکریم صاحب پڑھایا کرتے تھے۔ میں نے مسجد سے اتر کر مولوی نورالدین صاحب سے دوا تجویز کرنے کے لئے عرض کی مولوی صاحب نے فرمایا۔ دوا ہو گئی۔ میں اندھا سمجھ نہ سکا۔ میں نے عرض کی دوا تو کوئی تجویز ہونی چاہیئے۔ آپ نے پھر فرمایا دعا ہو گئی ہے۔

بی۔ اے کرنے کے بعد آپ تعلیم الاسلام ہائی سکول میں پڑھانے لگ گئے۔ مولوی صدرالدین ان دنوں ہیڈ ماسٹر تھے۔ پھر آپ ہیڈ ماسٹر ہو گئے۔

دُعاء دُعاء

میں نے سوال کیا۔ آپ بہت کامیاب ہیڈ ماسٹر رہے سکول کا نظم و ضبط آپ کے زمانے میں مثالی تھا۔ آپ کی کامیابی کی وجہ کیا تھی۔ فرمایا۔ میں بہت نالائق ہوں۔ صرف دُعاء۔ دُعاء۔ دُعاء۔ آپ نے بتلایا کہ ایک بزرگ کا لڑکا تعلیم الاسلام سکول میں پڑھتا تھا۔ اس زمانہ میں ہیڈ ماسٹر نتیجہ مرتب کر کے محکمہ کو بھجوا دیتا اُسے

کسی کو ترقی دینے یا فیل کو پاس کرنے کا اختیار نہ تھا۔ ان کا لڑکا مطلوبہ نمبر نہ لے سکا۔ میں اس کے لئے کچھ نہ کر سکا۔ کہ دوسروں کے مقابلہ میں جنہوں نے مطلوبہ نمبر حاصل نہ کئے تھے۔ میں اس سے امتیازی سلوک کیسے کر سکتا تھا وہ اس پر مجھ سے خفا ہو گئے اور میرے منہ پر مجھے کہتے نالائق۔ نالائق۔ اور میں نے انہیں کبھی کوئی جواب نہ دیا۔

مولوی صاحب نے بتلایا کہ ان کے مرکز میں آنے کے ایک دو سال قبل نواب قلات مع بچوں کے قادیان آیا تھا اور بادشاہ سوات غازی عبد الجبار۔ شاہ سوات کو تو میں نے خود حضرت سے مصافحہ کرتے دیکھا۔ حضور نے انہیں بیت النور میں ٹھہرایا تھا۔ اس وقت قادیان میں صرف یکہ چلتا تھا۔

آپ نے سکول کے زمانہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔ یہ خدا کا فضل اور دعاؤں کا نتیجہ تھا کہ میرے زمانہ میں نتیجہ بہت اچھا رہا۔ میں جب سیکنڈ ماسٹر مقرر ہوا تو مجھے ایک سو پچیس ۱۲۵ روپے ابتدائی گریڈ کی تنخواہ دی گئی میرے چھ بچے کالج میں پڑھتے تھے۔ اور دو بچیوں کو چالیس روپے خرچ میں الگ دیتا تھا۔ سمجھ نہ آتی تھی کہ اسے کیسے خرچ کریں۔ لیکن اس سے پہلے میری اسی روپے تنخواہ تھی۔ اس لئے اس کے مقابل تو بہت سہولت پیدا ہو گئی تھی۔ لیکن اس زمانہ میں ہوسٹل کا خرچ ماہوار کھانے کا ایک روپیہ تین آنا آتا تھا۔

فرمایا۔ میں تاریخ سنا رہا ہوں۔ میں نالائق تھا لیکن یہ خدا کا کام تھا۔ مجھ سے ہندو سکھ طلباء بھی بہت محبت کرتے تھے۔

وصیت اور وقف زندگی

جب حضور نے "الوصیت" لکھی تو مولوی عبد الکریم صاحب جمعہ کا خطبہ ختم کر کے نماز پڑھا کر بیٹھے تھے۔ حضور نے وہ مسودہ ان کو دیا۔ مولوی صاحب وہ مسودہ پڑھ کر دیر تک گھٹنوں میں سر دیکر بیٹھے رہے۔ بابا حسن محمد صاحب اور مختلف احباب۔ صوفی غلام محمد صاحب مبلغ ماریشس اور خاکسار نے وصیت کی۔ مولوی صاحب کی جائیداد ایک کچی کوٹھڑی تھی۔ انہیں تو موصی نمبر ۱ ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ لیکن میرے کاغذات کی پڑتال میں میرا نمبر کافی پیچھے آیا۔ جب ۱۹۰۷ء میں حضور نے وقف کی تحریک کی تو میں علی گڑھ میں پڑھتا تھا۔ میں نے وقف کیا جسے حضور نے منظور فرما لیا۔ اور مجھے اس پر فخر ہے کہ حضور کی تحریک پر میں نے وقف کیا جسے حضور نے منظور فرمایا۔

میرا پیغام

شام ڈھل چکی تھی۔ باہر اندھیرا چھا چکا تھا۔ میں کمرہ میں مولوی صاحب کے پلنگ کے پاس کرسی پر بیٹھا تھا۔ مولوی صاحب محترم دھوتی پہنے پلنگ پر لیٹے تھے۔ میں نے عرض کیا آپ نئی نسل کو کوئی پیغام دینا چاہتے ہوں۔

فرمایا :-

"مَیں چاہتا ہوں کہ ہمارے جامعہ میں طلباء چاروں انجیلوں کا بھی باقاعدہ مطالعہ کریں۔ تبلیغ میں اس سے بہت مدد ملتی ہے۔ دوسرا نوجوان سے کہیں کہ حضرت بانی سلسلہ سے محبّت، محبّت محبّت کریں۔"

اِسی تسلسل میں فرمایا :-

میرے لئے دُعا کریں۔ میرا انجام بخیر ہو۔ مَیں اللہ کی سب باتوں پر ایمان رکھتا ہوں۔

اس کے بعد فرمایا :-

"تین کو چار کرنے والا" کا کیا مفہوم ہے۔ دوسرے امام جماعت احمدیہ کے متعلق یہ جو آیا ہے "تب اپنے نفسی نکتہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا" اس کا کیا مفہوم ہے۔ مَیں نے اپنے اُستاذ مولانا ابوالعطاء کی ذمود تشریح پیش کی تو فرمایا۔ یہ درست ہے۔ اس میں مطمئن ہوں۔ اور مصلح موعود کے ارفع مقام کا آپ نے ذکر فرمایا۔

آجکل آپ کی ایک بیٹی اور پوتی آپ کی نگہداشت کرتی ہے۔ اللہ اُن کو جزائے خیر عطا فرمادے۔ چوبیس گھنٹے آپ کمرے میں لیٹے رہتے ہیں۔ نیند بھی کما حقہٗ نہیں آتی۔ غنودگی سی رہتی ہے۔ نوجوانوں کو چاہیئے کہ حضرت بانی سلسلہ کے اس قدیم رفیق کو دیکھیں ان کی باتیں سنیں کہ یہ دن پھر نصیب نہ ہوں گے۔

اب میں نے اجازت چاہی تو فرمایا :

"مَیں موت کے مُنہ میں ہوں۔ پتہ نہیں کب [redacted] آجائے"

اور مَیں مصافحہ کر کے فی امان اللہ، فی امان اللہ، فی امان اللہ کہہ کر رقّت بھرے دل سے باہر آ گیا۔ آپ نے بڑے پیار سے میری دلجوئی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں ان پر اور ان کی اولاد پر نازل ہوں۔

آپ کی چند خصوصیات

حضرت مولوی صاحب نے ساری زندگی بہت سادگی سے بسر کی۔ بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلوائی۔ ہر قسم کی نمود و نمائش سے آپ بالاہتمام رہے۔ بااصول اور باضابطہ نظم و ضبط مثالی طبیعت میں عمدہ مزاح۔ انفاق فی سبیل اللہ میں نمایاں۔ موٹا جھوٹا پہن کر گزارہ کیا۔ جو بچا وہ خدا کی راہ میں دے دیا۔ مطالعہ کا شوق۔ ہر وقت کوئی نہ کوئی کتاب زیر مطالعہ۔ خدا کے شاکر متوکل۔ صاحب مشورہ دینے والے۔ خدا کی رضا پر راضی رہنے والے۔

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

مجلس انصار اللہ کے زعماء کرام مہربانی فرما کر اپنی اپنی مجلس میں یہ جائزہ لیں کہ ماہنامہ انصار اللہ کے کس قدر مزید خریدار مہیا کئے جا سکتے ہیں اور پھر اس سلسلہ میں اپنی کوششوں کے نتائج سے قائد اشاعت مجلس انصار اللہ مرکزیہ کو مطلع فرمائیں۔ موجودہ زمانہ میں اخلاقِ فاضلہ کا قیام اور اخلاقی بے راہ روی کا انسداد صرف اسی طرح ممکن ہے کہ اسلام کی اخلاقی تعلیم کو باقاعدگی کے ساتھ اور احسن طریق پر لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ ماہنامہ انصار اللہ نے اسی رنگ میں بیڑا اٹھایا ہوا ہے۔ ماہنامہ انصار اللہ کا سالانہ چندہ مبلغ پندرہ ۱۵ روپے مقرر ہے ؛

مرزا غلام احمد
مینجر ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

بقیہ فیصلہ جات شوریٰ انصار اللہ ۱۹۷۹ء ۱۳۵۸ ہش

شوریٰ انصار اللہ ۱۹۷۹ء کے ایجنڈا کی تجاویز نمبر ۲ - ۳ - ۴ جو دستور اساسی سے متعلق تھیں مزید تفصیلی غور کے لئے تین رکنی ایک سب کمیٹی کے سپرد کی گئی تھیں - ان تجاویز میں سے تجویز نمبر ۲ پر موجودہ امام جماعت احمدیہ کے ارشادات اور تجویز نمبر ۴ پر صدر محترم مجلس انصار اللہ مرکزیہ نے کمیٹی کی سفارش پر جو فیصلہ فرمایا ہے - مجالس نوٹ کرلیں اور اس کے مطابق دستور اساسی کی متعلقہ شقوں میں ترمیم کرلیں -

" قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ

نمبر شمار	تجاویز ایجنڈا	سفارش سب کمیٹی	ارشاد حضور	فیصلہ صدر مجلس
۲	دستور اساسی انصار اللہ کے قاعدہ ۱۳۲ میں ہے کہ "مجلس شوریٰ کا فیصلہ صدر کی منظوری کے بعد تمام مجالس کے لئے واجب التعمیل ہوگا ۔" اس میں "صدر" کے الفاظ کی بجائے "......" کے الفاظ ہونے چاہئیں -	۱- دستور اساسی کا قاعدہ ۱۳۲ حذف کردیا جائے ۲- دستور اساسی میں قاعدہ ۱۳۲ کے طور پر مندرجہ ذیل الفاظ پر مشتمل قاعدہ بنایا جائے۔ "دستور اساسی کے مطابق مجلس عاملگیر کے اختیارات کے استعمال کا حق صرف مجلس شوریٰ کو ہوگا" ۳- دستور اساسی کے موجودہ قاعدہ ۱۲۴ کا	موجودہ قائم رہے گا - انشاء اللہ - امام جماعت کے پاس اس کے ہوتے بھی شکایت کی جاسکتی ہے -	تجویز نمبر ۴ کے سلسلہ میں سب کمیٹی کی جملہ سفارشات منظور سمجھی جائیں - کیونکہ حضور کے ارشادات کی روشنی میں دستور اساسی کے کسی قاعدہ کو بدلنے کی ضرورت نہیں -

		نمبر بدل کر نمبر ۳۴ کر دیا جائے۔ ۴۔ دستور اساسی کے قاعدہ ۵۴ کے الفاظ بدل کر مندرجہ ذیل قاعدہ بنایا جائے۔ "دوران سال شوریٰ کے کسی فیصلہ کو بدلنے کی اگر ضرورت پیش آجائے تو صدر مجلس کو موجودہ امام جماعت احمدیہ کی منظوری سے ایسا کرنے کا اختیار ہوگا۔"	موجودہ درست ہے	
۴ (الف)	قاعدہ ۱۵۲ میں "ناظم ضلع کا انتخاب امیر مقامی پریذیڈنٹ یا ان کے نمائندہ کی نگرانی میں ہوگا جس میں ماتحت مجالس شریک ہوں گے۔" کی بجائے یہ الفاظ ہوں:- "ناظم ضلع کا انتخاب مرکز کی نگرانی میں ہوگا جس میں مجلس عاملہ ضلع میں شامل	سب کمیٹی ایجنڈا کی تجاویز ۴ الف ۴ ب ۴ ج کو منظور کرنے کی سفارش کرتی ہے۔		۴ (الف) نمائندگان شوریٰ انصار اللہ کی انتخاب میں شمولیت کی ضرورت نہیں۔ کورم کے لئے دقّت ہوگی اسلئے قاعدہ ۵۳، ۱۵۲ کے الفاظ حسب ذیل منظور ہیں۔ قاعدہ نمبر ۵۳:- "مجلس عاملہ ضلع میں شامل

	مجالس کے زعماء اعلیٰ - زعماء اور نمائندگان شوریٰ انصار اللہ شریک ہوں گے۔ وضاحت :- قاعدہ ۵۳ اور ۱۵۲ میں تضاد ہے - اس لئے یہ ترمیم ضروری ہے - تاکہ دونوں قواعد میں مطابقت ہو جائے -			مجالس کے زعماء اعلیٰ اور زعماء ناظم ضلع کا انتخاب کر کے منظوری کے لئے نام صدر مجلس کے سامنے پیش کریں گے - کورم ۱/۲ ہوگا - اگر ایک بار اجلاس بلانے پر یہ کورم پورا نہ ہو تو دوسری بار کورم ۱/۲ ہوگا - یہ انتخاب مرکز کی نگرانی میں ہوگا - اگر مطلوبہ انتخاب تین ماہ کے اندر باوجود کوشش عمل میں نہ آسکے تو صدر مجلس کی طرف سے نامزدگی کی جاسکتی ہے"۔ قاعدہ نمبر ۱۵۲ - "ناظم ضلع کا انتخاب مرکز کی نگرانی میں ہوگا جس میں مجلس عاملہ ضلع میں شامل مجالس کے زعماء اعلیٰ و زعماء شریک ہوں گے کورم .... الخ"۔
۴ (ب)	قاعدہ نمبر ۴۲م میں "مجلس عاملہ مرکزیہ کے	" " " " " "	—	سب کمیٹی کی رپورٹ منظور ہے -

	اراکین" کے بعد ...... کے الفاظ بڑھائے جائیں۔ وضاحت :۔ قاعدہ ۲۱ کے مطابق ..... شوریٰ کے رکن ہیں لیکن قاعدہ ۴۲ میں ..... شامل نہیں۔			
۴ (ج)	دستور اساسی کے قاعدہ ۱۶۹ میں "ارکان کو" کے بعد "تین سال کے لئے" کے الفاظ بڑھائے جائیں۔ وضاحت :۔ ملک / علاقہ / ضلع اور حلقہ جات کی مجالس عاملہ کے اراکین کی میعاد کا تعین کیا گیا ہے۔ دبالترتیب قاعدہ ۱۴۲، ۱۵۹، ۱۸۶ لیکن مقام کے اراکین کی میعاد مقرر نہیں اس لئے اس ترمیم کے ذریعہ مقرر کی جائے۔	〃 〃 〃 〃		سب کمیٹی کی رپورٹ منظور ہے۔

انصار اللہ کا تئیسواں (۲۳) سالانہ مرکزی اجتماع

مجلس انصار اللہ کا مرکزی سالانہ اجتماع انشاء اللہ العزیز مورخہ ۳۱،۲،۱ اخاء/اکتوبر۔یکم ونبوت/نومبر ۱۳۵۹ہش ۱۹۸۰ء بروز جمعہ۔ہفتہ۔اتوار ربوہ میں منعقد ہوگا۔

انصار اللہ کو چاہیئے کہ وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں شامل ہوکر اس اجتماع کی برکات سے فائدہ اٹھائیں۔زعماء اعلیٰ/زعماء زیادہ سے زیادہ اراکین کو شامل کرنے کے لئے ابھی سے تیاری شروع فرماویں۔جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

بدل اشتراک

- اندرون ملک ۔۔۔۔۔ : پندرہ (۱۵) روپے سالانہ
- غیر ممالک بذریعہ ہوائی ڈاک : سو (۱۰۰) روپے سالانہ
- " " بحری ڈاک : چالیس (۴۰) روپے سالانہ
- قیمت فی پرچہ : ڈیڑھ روپیہ

اللہ تعالیٰ سے بدظنی نہ کرو

"جو شخص خدا تعالیٰ سے نیک ظن کرتا ہے وہ اس کی طرف رجوع کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے بدظنی کرتا ہے وہ مجبور ہوتا ہے کہ اپنے لئے کوئی دوسرا معبود بنائے اور شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے جب انسان اس بات کو سمجھتا ہے کہ خدا کریم و رحیم ہے اور اس ذات پر ایمان صدق و دل سے لاتا ہے کہ اس کے وعدے ٹلنے کے نہیں تو وہ اس پر جان فدا کرتا ہے اور در پردہ خدا تعالیٰ سے عشق رکھتا ہے۔ ایسا انسان خدا تعالیٰ کا چہرہ اسی دنیا میں دیکھ لیتا ہے۔ خدا تعالیٰ طرح طرح سے اس کی مدد کرتا ہے اور اپنے انعامات اس پر نازل کرتا ہے اور اس کو تسلی بخشتا ہے اور محبت اور وفا کا چہرہ دکھاتا ہے لیکن بے وفا غدار ہمیشہ محروم رہتا ہے"

(از ریویو)

(البدر جلد ۳ نمبر ۳۲ صفحہ ۳-۴ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۰۴)

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا۔